امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

"منصوری آپریشن" نئے عزائم اور ولولوں کے ساتھ

جلد 6 جمادی الثانیة 1438ھ بمطابق اپریل 2017ء شمارہ 2

منصوری
آپریشن کے آغاز کے حوالے سے
امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

امریکا کے نئے اسلحوں کی تجربہ گاہ...!

دنیا پھر عالمی جنگ کے دہانے پر

امارت اسلامیہ کی کامیاب سرگرمیاں

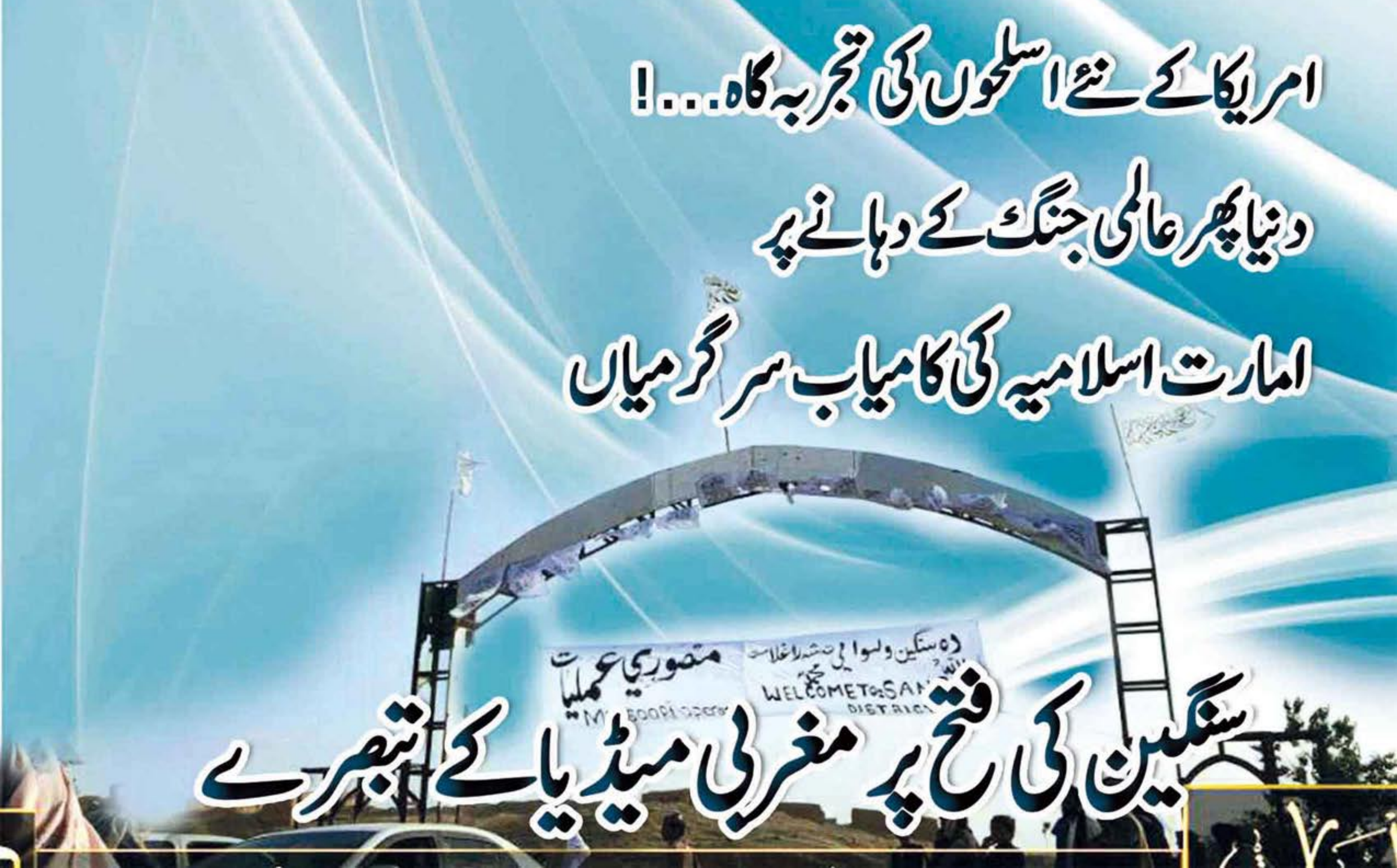

سنگین کی فتح پر مغربی میڈیا کے تبصرے

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّم قال: <من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة>، فقال أبو بكر: يا رَسُول اللهِ إن إزاري يسترخي إلا أن أتعاهده. فقال رَسُول اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّم: <إنك لست ممن يفعله خيلاء> رَوَاهُ البُخَارِيُّ تحت باب (من جر إزاره من غير خيلاء)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جو کوئی فخر و تکبر کے طور پر اپنا کپڑا زیادہ نیچے کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا (حضرت عبد اللہ بن عمر راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا تہبند اگر میں اس کا خیال نہ رکھوں تو نیچے لٹک جاتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو فخر و غرور کے جذبہ سے ایسا کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری)

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

مجاہد بھائیوں کو میری ہدایت یہ ہے کہ جہادی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت کے ذریعے دشمن کی صفوف سے وابستہ افراد کو مجاہدین کے ساتھ مل جانے کے سلسلے میں بھرپور توجہ دیں۔ اس راہ میں عام مجاہدین، دعوت و ارشاد کے ذمہ داران، ثقافتی اور میڈیا کے شعبے سے وابستہ کارکن، اہل علم و قلم اور اہل زبان افراد کو چاہیے کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ کے سائے میں زندگی برباد کرنے والے افرد کی شکوک و شبہات دور کر کے مجاہدین کا ساتھ دینے کے لیے دعوت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ مجاہدین اور نئی نسل کی تربیت کے ساتھ ساتھ دشمن کی صف میں موجود افراد کے لیے ایسے پیغامات نشر کیے جائیں، جن سے وہ جہادی صف کی سچائی اور کامیابی کو سمجھ پائیں۔ اپنی اسلامی اور غیرت پر مبنی تاریخ سے واقف ہو جائیں۔ غلامی اور محکومیت کے نقصانات سے آگاہ ہو جائیں۔ استعماری لشکر میں ان کی موجودگی کو ایک نقصان دہ اور مہلک عمل کے طور پر باور کرایا جائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۶ / جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ / اپریل ۲۰۱۷ / شمارہ ۲

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

منصوری آپریشن نئے عزام اور ولولوں کے ساتھ 2
اسرائیل مخالف اتحاد قائم کیا جائے 3
امارت اسلامیہ کی کامیاب سرگرمیاں 5
منصوری آپریشن کے حوالے سے امارت اسلامیہ کا اعلامیہ 6
عربوں کے خلاف خطرناک منصوبہ 8
حکومت یار؛ مشتری ہشیار باش 10
امریکا کابل حکومت کو سبز باغ دکھاتا ہے 11
امریکا کے نئے اسلحوں کی تجربہ گاہ...! 13
دنیا میں ایک عظیم جنگ کا خوف! 15
فوجی اضافہ ٹائم پاس ٹوٹکہ 16
طلبا چھٹیاں کیسے گزاریں؟ 18
مسلم قوم بیدار ہو جائے! 19
روسی و امریکی جارحیت میں فرق 20
سنگین دشمن کے لیے سنگین گراڈ بن گیا 22
برما میں انسانیت سوز مظالم پر دنیا کی مجرمانہ خاموشی 24
امارت اسلامیہ کی 21ویں سالگرہ 27
اخلاق سے متعلق نبوی ہدایات 28
بیت المال کے چور 29
سنگین کی فتح پر مغربی میڈیا کے تبصرے 31
دنیا پھر عالمی جنگ کے دہانے پر 32
افغانستان کی حمیت 36
اسلام پسندوں کے لیے مقام فکر 37
ناقابل فتح جنگ 38
افغانستان فروری 2017 میں 39
جنگی جرائم (فروری) 42
جدول ماہ ربیع الثانی 44

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

"منصوری آپریشن" نئے عزائم اور ولولوں کے ساتھ

وطن عزیز افغانستان میں غاصب کفری لشکروں کے خلاف جہادی کارروائیوں کو ہر سال موسم بہار کی آمد پر نئے عزائم اور منصوبوں کے ساتھ ساتھ ایک نیا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اسی خوب صورت روایت کے پیش نظر امسال بھی موسم بہار کی آمد پر امارت اسلامیہ کی مجلس شوریٰ کی طرف سے جہادی کارروائیوں کو "منصوری آپریشن" کا نام دیا گیا ہے۔ منصوری آپریشن یکم شعبان کی صبح 5 بجے "اللہ اکبر" کے عظیم الشان نعرے سے بیرونی غاصب قوتوں اور ان کے معاونین وخدمتگاروں کے خلاف افغانستان کے تمام علاقوں میں پورے زوروشور سے شروع ہوچکا ہے۔

جی ہاں! منصوری آپریشن، وہ نام جس سے تفاول کے ساتھ ساتھ وفا کی جھلک بھی دکھائی دے رہی ہے۔ ایک ایسا لفظ جس میں تفاول بھی ہے اور ایک خوب صورت نسبت بھی۔

اللہ تعالیٰ، اللہ کے دین، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور مسلمان ملت کے دشمنوں کے خلاف لڑ کر اپنے مال وجان، خون، جوانی اور پیاری زندگی کی قربانی دینے والے طالبان کے نام سے موسوم اللہ تعالیٰ کا یہ لشکر منصور تھا، منصور ہے اور منصور رہے گا، ان شاء اللہ۔ یہ تعداد کے لحاظ سے چھوٹا اور وسائل کے لحاظ سے کمزور لشکر ہے لیکن پھر بھی امریکہ کی قیادت میں 48 ممالک پر مشتمل، ہر قسم کے جدید وسائل وآلات سے لیس تاریخ کے ایک بڑے اتحاد کے ساتھ گزشتہ پندرہ برسوں سے نبرد آزما یہاں تک انہیں شکست کے دہانے تک پہنچادیا۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ اس بڑے اتحاد کے رکن اکثر ممالک کے فوجی بھاگنے کی چکر میں ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس لشکر کے منصور ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

دشمن کے خلاف تیاری اور طاقت کے ساتھ ساتھ مادی وسائل سے بھی کام لینا حکم الٰہی ہے اور الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل جاری ہے۔ لیکن اس لشکر خداوندی کے ہر چھوٹے بڑے فرد کا ایمان یہ ہے کہ دشمن کے خلاف ہر قسم کی کامیابی وسائل کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کی مرہون منت ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ یہ لشکر پہلے سے ہی منصور ہے اور اس کی تمام تر کارروائیاں منصوری ہیں لیکن امسال آپریشن کو شہید امیر المومنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی نسبت کی وجہ سے منصوری آپریشن کے نام سے موسوم کرنے کا غرض نیک فالی ہے۔

اگرچہ شہید منصور رحمہ اللہ کی امارت کا دورانیہ بہت کم تھا لیکن اس کم دورانیہ میں جو بڑی بڑی فتوحات ہوئیں، سیاسی اور اجتماعی لحاظ سے قابل قدر پیش رفتیں ہوئیں، ملک بھر میں اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی ہوئی، فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کی کمر ٹوٹی، بیرونی دشمنوں پر کاری ضربیں پڑیں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ شہید امیر المومنین رحمہ اللہ کے نام سے منسوب اس آپریشن میں بھی مجاہدین کو بڑی فتوحات نصیب ہوں گی۔ مفسدین اور باغیوں کی بیخ کنی ہوگی، بیرونی دشمنوں اور ان کے کاسہ لیسوں پر ایسی کاری ضربیں پڑیں گی کہ ان شاء اللہ ان کے ناپاک وجود سے سرزمین افغانستان پاک وصاف ہو کر رہ جائے گی، اور ایک بار پھر افغانستان میں امن، خوشحالی اور انصاف سے بھرپور نظام کا بول بالا ہوگا۔

شہید امیر المومنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کے نام سے آپریشن کو موسوم کرنے کا ایک مقصد مجاہدین کا اپنے رہنماوں اور قائدین کے ساتھ وفاداری کا اظہار بھی ہے کہ مجاہدین کبھی بھی اپنے اسلاف کے مشن کو بھولنے والے نہیں بلکہ وہ اپنے اسلاف اور مشن اسلاف سے وفادار ہیں اور ان شاء اللہ وفادار رہیں گے۔ حقیقت یہی ہے کہ مجاہدین کی جاری تحریک وفا سے بھرپور تحریک ہے۔ اللہ تعالیٰ، شعائر اللہ، اللہ کی کتاب، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دین اسلام کے ساتھ اپنی وفاداری کے اظہار کے لیے اس پاک لشکر کے جان نثار زندگی کی تمام تر رنگینیوں کو پس پشت ڈال کر اپنی جان کی قربانیاں دے رہے ہیں۔

منصوری آپریشن کا امتیاز اور خوبی یہ ہے کہ یہ بیک وقت عسکری اور سول دونوں شعبوں میں نافذ ہوگا۔ یعنی دشمن کے خلاف محاذ کو گرم رکھنے کے ساتھ ساتھ عوام کی بہبود وترقی، خوشحالی، امن اور مسائل کے حل پر بھی پوری توجہ دی جائے گی۔ دشمن کے ناپاک وجود سے پاک علاقوں میں ترقیاتی کام شروع کئے جائیں گے، تمام محکموں خاص کر تعلیمی اور دعوتی اداروں کو فعال کیا جائے گا۔ امارت اسلامیہ افغانستان نے اس آپریشن کے اعلان سے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ دشمن کے فوجی اڈوں اور استخباراتی مراکز پر ہونے والی یہ کارروائیاں انتہائی مضبوط اور بے مثال ہوں گی۔ لیکن عوام الناس کی جان ومال کو سب سے بڑھ کر تحفظ دیا جائے گا۔ مجاہدین اس بات کے مکلف ہوں گے کہ اپنی کارروائیاں اس طرح سے ترتیب دیں کہ عوام کو نقصان نہ پہنچے۔ اسی طرح مفتوحہ علاقوں میں قومی اثاثوں کے ساتھ ساتھ شخصی ملکیتوں کی حفاظت پر بھی مکمل توجہ رہے۔ دشمن کے پکڑے گئے فوجی قیدیوں کے ساتھ شرعی اور بشری اصولوں کے مطابق معاملہ کیا جائے کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ دشمن کے قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک رکھے۔

افغان مسلمان ملت جو کہ جہاد اور مجاہدین کے ساتھ کھڑی ہے اور دشمن کی جانب سے تمام خطرات کو اپنے سر لیا ہوا ہے، جنہوں نے مجاہدین کو اپنے گھروں میں پناہ دی، گزشتہ پندرہ برسوں میں بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کیا اور بہت ساری قربانیاں دے کر مجاہدین کا ساتھ دیا۔ امارت اسلامیہ ان کی قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ان سے مطالبہ کرتی ہے کہ دشمن کی فرار کے ان شب وروز میں اسی طرح مجاہدین کے ساتھ اپنی مدد جاری رکھیں تاکہ رواں سال میں دشمن کی مکمل شکست یقینی ہو اور پورا خطہ شریر دشمن سے مامون ومحفوظ رہے۔

اسرائیل مخالف اتحاد قائم کیا جائے

شہید زوی

کچھ دن پہلے غاصب اسرائیلی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ مغربی غزہ میں یہودیوں کے لیے مزید 2500 گھر تعمیر کیے جائیں گے۔ گزشتہ 20 سال کے دوران پہلی بار قابض اسرائیلی ریاست نے مقبوضہ علاقے میں اتنے بڑے پیمانے پر تعمیر کا اعلان کیا ہے۔ اسرائیل کے وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو نے کہا کہ یہ فیصلہ نقل مکانی کرنے والے یہودی باشندوں کے لیے جگہ کی کمی کے باعث کیا گیا ہے۔ ٹرمپ کے منتخب ہونے کے بعد یہ دوسری بار ہے کہ مغربی غزہ میں یہودیوں کی رہائش کے لیے نئی بستیوں کی تعمیر کا اعلان کیا گیا ہے۔

ٹرمپ نے مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں یہودیوں کے لیے نئی بستیوں کی تعمیر کے حوالے سے یہودی اقدامات کی حمایت کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے لیے ایک ایسا شخص سفیر مقرر کیا ہے، جو مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں یہودیوں کے لیے نئی بستیوں کی تعمیر کا کٹر حمایتی ہے۔ ٹرمپ انتخابی مہم کے دوران برملا کہتے تھے کہ اُن کے منتخب ہونے پر بیت المقدس کو اسرائیل کے دارالحکومت کے طور پر تسلیم کیا جائے گا۔ اس لیے اب اسرائیل اس بات کا شدت سے منتظر ہے کہ امریکا بیت المقدس کو اسرائیل کے دارالحکومت کے طور پر قبول کرنے کا اعلان کر کے اپنا سفارت خانہ بھی وہاں منتقل کرے۔ اسرائیل ٹرمپ کو اپنا قریبی دوست سمجھتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ اس کے دورِ صدارت میں کہ کم از کم آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کا مطالبہ کافی حد تک کمزور ہو جائے گا۔ ٹرمپ کے منتخب ہوتے ہی اسرائیلی وزیر تعلیم نے کہا تھا کہ اب آزاد فلسطینی ریاست کے حوالے سے عالمی برادری کا سیاسی عزم ختم ہو جائے گا۔ اب اسرائیل کے پاس اچھا موقع ہے کہ 'دو آزاد ممالک کی سوچ' لوگوں کے ذہنوں سے نکال دے۔ ان کے بقول 'آزاد فلسطینی ریاست' کا وقت گزر چکا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ٹرمپ کی کامیابی نے غاصب صیہونی ریاست کو حوصلہ دیا ہے۔

اسرائیلی حکومت کی جانب سے فلسطینی سرزمین پر نئی بستیوں کی تعمیر کے خلاف 23 دسمبر 2016 کو اقوام متحدہ کے 14 ارکان نے سلامتی کونسل میں ایک مسودہ پیش کیا تھا، جسے کسی ویٹو کے سامنے پیش کئے بغیر متفقہ طور پر منظور کیا گیا تھا۔ اس مسودے کی منظوری سے اسرائیل بہت مایوس ہوا۔ اُس نے ان ممالک کے خلاف ناراضی کا اظہار بھی کیا تھا۔ اس مسودے کی منظوری کے بعد اسرائیلی حکومت نے نئی عمارتوں کا تعمیراتی کام معطل کر دیا، لیکن جب ٹرمپ کامیاب ہوئے تو اسرائیلی حکومت نے دو دن بعد مشرقی یروشلم میں نئی تعمیر کا اعلان کر دیا۔ بیت المقدس کے ڈپٹی میئر نے 'اے ایف پی' خبر رساں ادارے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اب صورت حال بدل گئی ہے۔ ہمیں اپنی حکومت کی طرف سے 566 نئے گھر تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ نئی بستیوں کی تعمیر کا کام وزیر اعظم نتین یاہو کی ہدایت پر معطل کیا تھا، کیونکہ سلامتی کونسل میں اس کے خلاف قرارداد منظور ہو گئی تھی۔

> اسرائیل بڑی عیاری سے دنیا کو یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ تمام مقبوضہ علاقوں میں تعمیر شدہ عمارتوں کے بارے میں مذاکرات کے لیے تیار ہے، جب کہ وہ مشرقی یروشلم میں نئی تعمیرات کے بارے میں مذاکرات کے لیے تیار نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ مشرقی بیت المقدس کو مستقبل میں اپنا دارالحکومت قرار دیتا ہے۔ اسرائیل نے 1980ء میں مشرقی بیت المقدس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی، تاہم دنیا نے یہ قبضہ ناجائز قرار دے دیا تھا۔

اسرائیلی حکومت کے نام سے پکارے جانے والا تمام خطہ فلسطینی مسلمانوں کی سرزمین ہے، جسے دنیا بھر سے آئے ہوئے یہودیوں نے بڑی عیاری سے فلسطینی مسلمانوں سے غصب کررکھاہے۔ دنیا اس علاقے کو مقبوضہ قرار نہیں دیتی۔ دنیا مغربی کنارہ، گولان کی پہاڑیاں اور سینا کے ریگستانی علاقوں میں نئی بستیوں کی تعمیر کی مخالفت کرتی ہے۔ کیوں کہ یہاں نئی بستیوں کی تعمیر دو آزاد ملکوں کے قیام کی کوششوں کو خاک میں ملاسکتی ہے۔ سینا کا ریگستانی علاقہ 1982 میں مصر کے ساتھ معاہدے کے بعد مصر کو واپس کر دیا گیا تھا۔ جب کہ یہاں یہودیوں کے لیے تعمیر کی گئی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح 2005ء میں غزہ سے بھی اسرائیلی فوجیوں کو واپس بلا کر نقل مکانی کرنے والے تمام یہودیوں کے لیے بنائی گئی عمارتوں کو منہدم کر دیا گیا تھا۔ تاہم مغربی کنارے، گولان کی پہاڑیوں اور مشرقی یروشلم میں اقوام متحدہ اور عالمی برادری کی مخالفت کے باوجود مسلسل طور سے یہودیوں کے لیے رہائش گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔

اب تک ان علاقوں میں اب تک یہودیوں کے لیے 140 گاؤں تعمیر کیے گئے ہیں۔ جن میں 6 لاکھ یہودی رہائش پذیر ہیں۔ یہاں اسرائیلی حکومت کی طرف سے سہولیات کی فراہمی زیادہ یہودیوں کے آنے کا باعث ہے۔ البتہ یہودی صرف سہولیات نہیں دیکھتے، بلکہ وہ مذہبی لحاظ سے بھی اس قبضے کو اہمیت دیتے ہیں۔ اُن کے مطابق یہ وہ زمین ہے، جسے عطا کرنے کا خدا نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ فلسطین نے دنیا پر واضح کیا ہے کہ مقبوضہ علاقوں میں یہودی آبادکاری آزاد فلسطین کے قیام میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لیے اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کے لیے نئے تعمیر شدہ مکانات کو مسمار کرنا سب سے اہم ہے۔ وہ تب تک مذاکرات نہیں کریں گے، جب تک اسرائیلی حکومت اس دیرینہ مطالبے کو پورا نہیں کرتی۔ اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں کا یہ مطالبہ مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ مذاکرات کے بعد یہودی بستیوں کے بارے میں بات چیت ہو سکتی ہے۔

اسرائیل بڑی عیاری سے دنیا کو یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ تمام مقبوضہ علاقوں میں تعمیر شدہ عمارتوں کے بارے میں مذاکرات کے لیے تیار ہے، جب کہ وہ مشرقی یروشلم میں نئی تعمیرات کے بارے میں مذاکرات کے لیے تیار نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ مشرقی بیت المقدس کو مستقبل میں اپنا دارالحکومت قرار دیتا ہے۔ اسرائیل نے 1980ء میں مشرقی بیت المقدس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی، تاہم دنیا نے یہ قبضہ ناجائز قرار دے دیا تھا۔

عالمی برادری، اقوام متحدہ اور بین الاقوامی عدالت تمام مقبوضہ علاقوں میں نئی تعمیرات کو غیر قانونی قرار دیتی ہے۔ 1949 میں جنیوا کنونشن اس کی بنیاد ہے۔ اس کنونشن میں واضح طور پر یہ کہا گیا تھا کہ مقبوضہ علاقوں میں کسی کو اپنے باشندوں کے لیے نئی تعمیرات کی اجازت نہیں ہے۔ اسرائیل اس کے برخلاف دعوی کرتا ہے کہ اُس نے دفاعی جنگ کے دوران ان علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کیا ہے۔ مقبوضہ علاقوں میں نئی بستیوں کی تعمیر جاری رکھنے کے خلاف سلامتی کونسل میں کئی مسودے منظور ہوئے، لیکن اسرائیل کو حاصل امریکی حمایت کی وجہ سے ان قراردادوں کا کوئی وزن نہیں ہے۔ یہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ آزاد فلسطینی ریاست کے لیے بین الاقوامی سطح پر سیاسی جدوجہد خوش آئند ہے، لیکن یہ توقع نہیں ہے کہ سیاسی کوششوں سے فلسطینی مسلمانوں کو ایک آزاد ملک حاصل کرنے دیا جائے گا۔

آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی جدوجہد کے علاوہ تمام فلسطینی عوام 'حماس' کے مشن کے ساتھ وابستگی اختیار کریں۔ خود کو عسکری محاذ پر مضبوط اور منظم کیا جائے۔ اسرائیل کے خلاف زمینی جنگ کے لیے تیاری کی جائے۔ اسرائیلی فوج دنیا کی بزدل ترین فوج ہے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ مقابلے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس لیے کم فوجی طاقت ظاہر کرنے سے اسرائیل کو بہت کچھ ماننے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

امارت اسلامیہ کی کامیاب سرگرمیاں

ابوعابد

ہجری شمسی تقویم کا سال 1395 اختتام کو پہنچ گیا ہے۔ اس دوران عسکری کارروائیوں اور سکیورٹی صورت حال کا جائزہ لینے کی غرض سے رپورٹس اور اعداد و شمار شایع کرنے کا سلسلہ شروع ہے۔ اسی سلسلے میں سب سے اہم اور دل چسپ رپورٹ کٹھ پتلی حکومت کی وزارت دفاع کی طرف سے سامنے آئی ہے۔ اس میں گزشتہ سال کی سکیورٹی صورت حال کا مجموعی نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ ماضی میں کابل حکومت یہ تسلیم نہیں کرتی تھی کہ وہ مجاہدین کے عسکری دباؤ کا شکار ہو کر مشکل حالات سے دوچار ہے یا مجاہدین کے حملوں کا گراف بڑھ گیا ہے۔ گزشتہ سال جہادی حملوں میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ دشمن بھی مجبور ہے کہ وہ مجاہدین کے حملوں میں اضافے کا اعتراف کرے۔ 2016 کے اختتام کے بعد کٹھ پتلی وزارت دفاع کے ترجمان 'دولت وزیری' نے میڈیا کو اپنی سالانہ رپورٹ جاری کی ہے۔ انہوں نے اس میں اعتراف کیا ہے کہ گزشتہ سال مجاہدین کے حملوں میں ماضی کی نسبت اضافہ ہوا ہے۔ جب کہ کئی علاقوں پر مجاہدین کا قبضہ ہو چکا ہے۔ مزید کئی علاقے اُن کے متوقع قبضے کی زد میں ہیں۔

اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ 'گزشتہ سال امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے غیر ملکی حملہ آوروں اور کٹھ پتلی عناصر کے خلاف 23 ہزار سے زائد کارروائیاں کی ہیں، جن میں گوریلا حملے، گھات لگا کر کیے گئے حملے، فدائی حملے، بارودی سرنگوں اور چھوٹے بڑے مختلف حملے شامل ہیں۔ اِن کے نتیجے میں کابل انتظامیہ کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا ہے۔' وزارت دفاع کی رپورٹ میں ذکر ہے کہ امارت اسلامیہ نے گزشتہ سال 9 صوبوں پر کنٹرول قائم کرنے کی منصوبہ بندی کی تھی، جس کے نتیجے میں قندوز پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا تھا۔ جب کہ دیگر صوبوں کے مراکز کو اب تک مجاہدین نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ایک دوسری رپورٹ کے مطابق مجاہدین نے گزشتہ سال تین بڑی شاہراہوں پر مکمل قبضے کی کوشش کرتے ہوئے وہاں اپنا اثر و رسوخ بڑھا دیا ہے۔ جب کہ وزارت داخلہ کی طرف سے سامنے لائی گئی رپورٹ میں حکومت کے زیر انتظام علاقوں میں سکیورٹی کی بگڑتی ہوئی صورت حال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ سال کابل اور دوسرے شہروں میں سکیورٹی کی صورت حال ماضی کے مقابلے میں بگڑ گئی ہے۔ گزشتہ سال حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں میں مختلف جرائم کی 20 ہزار 3 سو چوہتر وارداتیں رپورٹ ہوئی ہیں۔

ایک اور پہلو یہ ہے کہ حال ہی میں کچھ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے افغانستان کے تمام اضلاع میں سکیورٹی صورت حال کا تجزیہ پیش کر کے اعداد و شمار شایع کیے، جن کے مطابق امارت اسلامیہ افغانستان کے 349 اضلاع میں موجود اور فعال ہے۔ ان میں سے 43 اضلاع مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں، جہاں کابل انتظامیہ کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ جب کہ 167 اضلاع میں 40 سے 99 فیصد تک مجاہدین کا کنٹرول اور اثر و رسوخ ہے۔ کئی اضلاع میں دشمن کا کنٹرول صرف ضلعی سرکاری عمارت تک محدود ہے۔ اس کے علاوہ دور دراز صحرا میں کوئی ایک فوجی اڈہ قائم ہے۔ جس میں وہ محصور ہیں۔ ان محصور فوجیوں کا عوام پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ باقی کچھ اضلاع ایسے ہیں، جن میں مجاہدین موجود تو ہیں، لیکن وہاں زیادہ عرصے تک پر کنٹرول برقرار رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف ملک کے تمام علاقوں تک مزاحمتی تحریک پھیل گئی ہے، جس سے دشمن کا عرصہ حیات تنگ ہو کر رہ گیا ہے۔

افغانستان میں جارحیت پسندوں کے خلاف مسلح جہاد کی کامیابی کی جو تصویر پیش کی گئی ہے، جو حوصلہ افزاء اور خوش آئند ہے۔ جس سے ایک طرف مجاہدین کے حملوں کے گراف میں اضافہ ثابت ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کے زیادہ تر علاقوں سے حملہ آوروں اور اجرتی قاتلوں نے پسپائی اختیار کر لی ہے۔ اب وہاں اسلامی نظام قائم ہے۔ لوگ عادلانہ نظام سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے اللہ کی مدد سے اگلے سال مجاہدین مزید پیش رفت کریں گے۔ دیگر علاقوں سے بھی طاغوتی قوتوں اور ان کے حواریوں کا بستر گول کر کے وہاں سفید پرچم لہرا دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

منصوری آپریشن کے آغاز کے حوالے سے امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال اللہ تبارک و تعالی : إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ . الصافات(۱۷۱-۱۷۲(

ترجمہ : کہ وہی مظفر و منصور ہوں گے۔ اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔

جہاد کے گزشتہ پندرہ برسوں کے دوران اگرچہ غاصب کافروں کو بھاری نقصانات کا سامنا ہوا اور کافی اتحادی ہمارے ملک سے اپنی افواج نکلوانے پر مجبور ہوئے۔ لیکن امریکی قیادت میں اب بھی بعض غاصب ممالک اپنی ظالمانہ جارحیت کو جاری رکھتی ہے، جنگ پر اصرار کرتی ہے، اپنی غاصب فوجوں کی تعداد میں اضافہ کرتی ہے، وزنی بم برساتی ہے اور مختلف فوجی حکمت عملی کی نقاشی کی کوشش کرتی ہے، تاکہ ہماری مؤمن اور خودمختار عوام کو ہمیشہ کے لیے محکوم اور جارحیت کی ہتھکڑیوں میں الجھے رکھیں، امارت اسلامیہ اور مجاہد عوام پرعزم ہیں۔ اللہ تعالی کی نصرت سے ملک میں موسم اور موسمی حالات سازگار ہونے سے ایک بار پھر بیرونی غاصبوں اور ان کے ملکی کٹھ پتلی حامیوں کے خلاف منصوری جہادی آپریشن کا اعلان کرتی ہے۔

یہ کہ شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی زیر قیادت مجاہدین نے عظیم فتوحات حاصل کیں۔ اغواء کار اور کرپٹ عناصر نیست و نابود، بہت سارے برائیوں کا سدباب ہوا۔ سیاسی اور سماجی مد میں قابل قدر پیشرفت ہوئی، متعدد غاصب ممالک کی فوجیں جہاد کے ذریعے شکست اور فرار ہونے پر مجبور ہوکر بہت سے قابل فخر کارنامے سرانجام ہوئے۔ اللہ تعالی سے امید ہے کہ شہید امیر المؤمنین کے مبارک نام کے تفاؤل و نیک شگون سے منصوری آپریشن کے دوران وطن عزیز کافروں اور ان کے باقیات، اغواء کاروں، باغیوں اور کرپٹ عناصر کی موجودگی اور شر سے نجات پائے گا۔

یہ کہ اللہ تعالی کی نصرت اور افغان مجاہد عوام کی بے دریغ قربانیوں کی برکت سے غاصب دشمن فوجی میدان میں شکست سے روبرو ہوا ہے اور دشمن ہی کے اعتراف کے مطابق ملک کے نصف سے زیادہ رقبے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔

لہذا جارحیت کے دیگر سالوں کی نسبت امسالہ منصوری آپریشن کی نوعیت اور حکمت عملی کی تبدیلی سے سول اور فوجی دو شعبوں میں ایک ہی وقت میں اعلان اور عملی ہوگا۔

سول شعبے میں:

الف : ملک کے جو علاقے دشمن کی موجودگی سے پاک اور وہاں مجاہدین حاکم ہیں۔ امارت اسلامیہ کے پاس موجودہ امکانات کے مطابق سویلین سرگرمیوں میں اضافہ ہوگا اور بھرپور کوششوں سے عوامی فلاح و بہبود کے مختلف شعبوں میں کاروائی شروع کی جائیگی۔

ب : جن اضلاع اور علاقوں سے دشمن کا صفایا کیا جاچکا ہے، وہاں نظام کے قیام کی تمام انتظامی امور کی بحالی اور سویلین کی سیکورٹی اور قانونی مسائل کے حل و فصل کے لیے انتظامی ڈھانچے کو منظم طور پر آمادہ کر دی جائیگی۔

ج: ہر ضلع کی سرکاری تشکیل کے علاوہ وہاں دعوت وارشاد کمیشن کے خصوصی شعبے کا اہتمام کیا جائیگا اور دشمن کی صفوف میں ورغلائے جانے والے ہموطنوں کو مذکورہ شعبے کے علمی اور باتجربہ اشخاص اپنی عوام اور مجاہدین سے ملانے کی جدوجہد کریگی۔

فوجی شعبے میں:

الف: جن علاقوں سے دشمن کا مکمل صفایا نہیں ہوا ہے، وہاں دشمن کو کچلنے، قتل، گرفتار اور علاقے سے مار بھگانے کی فوجی طرز عملی کی جائیگی۔

ب: منصوری آپریشن کا بنیادی مقصد بیرونی غاصب، ان کی فوجی و اینٹلی جنس محکم اور موبائل مراکز اور ان کے ملکی حامیوں کو محوہ کرنے پر متمرکز ہوگا۔

ج: مذکورہ آپریشن دشمن کے اہداف پر جارحانہ حملوں کیساتھ ساتھ گوریلے حملے کی جنگ کی حکمت عملی کی رو سے وسیع پیمانے پر شہیدی اور ٹارگٹ کلنگ حملے، رابط مجاہدین کے حملے اور بم دھماکے انجام دینے سے اللہ تعالی کی نصرت سے اس مشن کو آگے بڑھایا جائیگا۔

د: منصوری آپریشن میں مجاہدین پابند ہے، کہ کاروائی کے علاقے میں حتی الامکان ایسے مقامات اور ترتیب کا انتخاب کیا کریں، جہاں آپریشن کے دوران عام شہریوں کی جان ومال کی حفاظت کی جانب سنجیدہ توجہ رکھی جاچکی ہو۔ نیز آپریشن کے دوران تازہ ترین مفتوحہ علاقوں میں قومی اثاثہ جات اور نجی ملکیت کی تحفظ اور انتظامی شعبوں کی بحالی پر خاص توجہ دی جائیگی اور دشمن کے ہلاک اور زخمی ہونے والے جنگی افراد کیساتھ اسلامی اور انسانی سلوک کرتے ہوئے ان کا تحفظ اور انسانی حقوق کی رعایت کا خاص خیال رکھا جائیگا۔

جس طرح ۰۸/ ثور کا دن سوویت یونین اور کیمونزم کے خلاف ہمارے گزشتہ مقدس جہاد کی کامیابی اور عظیم فخر کا دن ہے، تو منصوری آپریشن بھی ان شاءاللہ ۰۸/ ثور ۱۳۹۶ ھش / یکم شعبان المعظم ۱۴۳۸ ھق بمطابق ۲۸/ اپریل ۲۰۱۷ء کو ملک بھر میں مقامی وقت کے مطابق صبح پانچ بجے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے سے استعمار اور اس کے حامیوں کی فوجی تنصیبات پر ایک ہی وقت میں شروع ہوگا۔ لہذا شہریوں کی جان ومال کی تحفظ کی غرض سے تمام ہموطنوں سے امید کی جاتی ہے کہ آپریشن کے دوران دشمن کے ہر قسم کی فوجی مراکز، اڈوں اور مضر اشخاص سے دور رہیں اور ہر شعبے میں اپنے مجاہد بھائیوں سے مزید معاون ومددگار رہے۔ والسلام

رہبری شوری امارت اسلامیہ افغانستان
یکم شعبان المعظم ۱۴۳۸ھق
۰۸/ ثور ۱۳۹۶ھش
۲۸/ اپریل ۲۰۱۷ء

عربوں کے خلاف خطرناک منصوبہ

حسن مومند

مقبوضہ فلسطین میں اسرائیلی حکومت کے قیام اور اقوام متحدہ کی رکنیت کے ملنے کے بعد اسرائیل کی بڑی خواہش یہ تھی کہ عالم اسلام، خصوصاً عرب دنیا اسے باقاعدہ تسلیم کر لے۔ اسرائیل کی بہت کوششوں کے بعد مصر، اردن اور ترکی جیسے سیکولرزم کے حامی ممالک کے علاوہ کسی اسلامی ملک نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ اسرائیلی ریاست کا قیام صرف فلسطین پر قبضہ نہیں، بلکہ وہ 'گریٹر اسرائیل' کے خواب دیکھتا ہے، جس میں عراق، سعودیہ، ایران، لبنان، اردن، شام اور ترکی سے لے کر خلیج عرب، بحیرہ عرب، افریقا کے کچھ حصے سمیت افغانستان کی سرحدوں تک کا علاوہ شامل ہے۔ مشرق وسطیٰ میں ہنگاموں اور خانہ جنگیوں کے ذریعے عرب ممالک کو کمزور کیا جارہا ہے۔ تاکہ ہر ملک کئی حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ کوئی بھی اس قابل نہ رہے جو اسرائیلی منصوبے کی راہ میں رکاوٹ بن سکے۔ ہر امریکی صدر نے بھی اسرائیلی مطالبے کے لیے راہ ہموار کی، مگر وہ ناکام رہے۔ البتہ اسرائیل کے حق میں جانے والے تمام منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں امریکا کی ذمہ داری مسلمہ ہے۔

امریکا کی جانب سے 2003 میں عراق پر قبضے اور 2011 میں عرب بہار کے نام سے عوامی تحریکوں کے ذریعے اس منصوبے کے آخری مراحل کی جانب قدم اٹھائے گئے ہیں، جس میں شام، عراق اور یمن میں بڑھتی ہوئی شدید خانہ جنگی کی صورت میں اس کے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ اس خانہ جنگی کے ماحول میں عرب دنیا کے ساتھ سفارتی تعلقات کی بحالی پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے۔ یہ نکتہ اسرائیل کے لیے آغاز ہی سے بہت اہم ہے۔ اس حوالے سے امریکا کی گزشتہ ساری کوششیں بے نتیجہ ثابت ہوئی ہیں، مگر اب جو منصوبہ شروع ہے، وہ بہت خطرناک ہے۔ اب ایسا منصوبہ بنایا گیا ہے، جس کے نتیجے میں عرب دنیا خود آہستہ آہستہ اسرائیل کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھائے گی۔ اس منصوبے کے مطابق خلیج کے غیر عرب ملک کو انتہائی بڑی قوت بنا کر پیش کر کے اُسے کھلی آزادی کے ساتھ پورے خطے میں دست درازی کا موقع دیا گیا۔ ایران کا ایٹمی پروگرام ایسی کوئی چیز نہیں تھی، جس سے امریکا یا اس کے اتحادیوں کو کچھ خطرہ ہوتا، مگر یہ پروگرام مغربی میڈیا کے ذریعے ارادۃً اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا، جس میں اسے مغربی دنیا کے لیے بڑا خطرہ قرار دیا گیا۔ یہ سب اس لیے کہ ایران عرب دنیا کے لیے دہشت کی علامت بن جائے۔

امریکا ایران کے حوالے سے بہت حد تک مبالغے سے کام لیتا ہے۔ ایران عسکری میدان میں جتنا بھی طاقتور ہے، امریکا اُس سے کئی گنا زیادہ باور کراتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے شام، عراق اور یمن کی جنگوں میں ایسا مصروف کر دیا ہے کہ امریکا ہر عرب ملک میں سنی عربوں کے مقابلے میں شیعوں کی حمایت کر رہا ہے۔ جنگی امور کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ایران کی عسکری قوت کے حوالے سے مبالغہ آرائی اور عرب دنیا میں مداخلت کا موقع فراہم کرنے کے تین مقاصد ہیں۔ اول یہ کہ عربی دنیا کو ایران کے شدید خوف میں رکھا جائے، تاکہ وہ امریکا کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے لگیں۔ ہر ملک اپنی قومی و بین الاقوامی پالیسیوں میں امریکا کی مرضی کے مطابق چلے، تاکہ اُن کے وسائل پر امریکا کا قبضہ رہے۔ دوم یہ کہ ایران کے حوالے سے مبالغہ آرائی اور مداخلت کے مواقع دے کر خطے میں اسلحے کی دوڑ میں اضافہ کیا جائے، تاکہ عرب ممالک امریکا سے اسلحہ خریدنے پر مجبور ہوں۔ جس سے امریکا ہر سال اربوں ڈالر حاصل کما سکے۔ سوم یہ کہ عرب ممالک ایران سے بچنے کے لیے اسرائیل کو ترجیح دیں، جو بظاہر خود کو ایران کا دشمن کہتا ہے۔ اس لیے اب ایسی باتیں بھی کی جارہی ہیں کہ سعودی عرب، مراکش اور متحدہ عرب امارات نے گزشتہ ایک دہائی سے امریکا کا دباؤ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے ساتھ خفیہ تعلقات کا آغاز کر دیا ہے۔

یاد رہے 2014 میں غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے دوران امارات کی کچھ رفاہی تنظیموں کی جانب حماس کے خفیہ پروگراموں کے حوالے سے اسرائیل کو بہت زیادہ معلومات دی گئی تھیں۔ فلسطین کے تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بیت المقدس میں کوئی نئی مسجد نہیں بنے گی، تاکہ مسجد اقصی کی ضرورت اور اہمیت

برقرار رہے۔ اور یہ کہ اسرائیل مسجد اقصی کو نمازیوں کے لیے بند رکھنے کا بہانہ نہ بنا سکے۔ جب کچھ عرصہ قبل متحدہ عرب امارات نے بیت المقدس میں ایک بڑی اور خوبصورت مسجد تعمیر کی تو فلسطینیوں نے اس پر اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ خدمتِ دین کے نام پر اسرائیل کی بہت بڑی خدمت کی گئی ہے۔ خلیجی ممالک سے اسرائیلی وزارت دفاع کا یہ مطالبہ بھی میڈیا میں زیر بحث رہا ہے کہ خطے کی سکیورٹی کے لیے اسرائیل اور عرب ممالک کی مشترکہ دفاعی فوج تشکیل دی جائے۔ 5 فروری 2017 کو اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے درمیان ہونے والی ملاقات کے بعد دونوں رہنماؤں نے پریس کانفرنس سے گفتگو کرتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا تھا کہ اسرائیل اور عرب دنیا کے درمیان روابط بنائے جا سکتے ہیں۔ نتن یاہو نے کہا کہ اپنی زندگی اور اپنے ملک کی تاریخ میں وہ پہلی بار ایسا محسوس کر رہے ہیں کہ خطے کے عرب ممالک اسرائیل کو ایک دشمن نہیں، بلکہ ایک حلیف کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اب امن کے قیام کے لیے بہت بہترین موقع ہاتھ آیا ہے۔ کیوں کہ اب یہ سوچ عام ہوگئی ہے کہ اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان دائمی صلح کے لیے راہ ہموار ہونی چاہیے۔

سیاسی امور کے تجزیہ کار بھارت کی تبدیل شدہ پالیسی کو بھی اسرائیل اور عربوں کے درمیان خفیہ روابط کی خفیہ ڈیل سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق اِنہی تبدیلیوں کو دیکھتے ہوئے فلسطین اور اسرائیل کے حوالے سے بھارت کی سابقہ پالیسی میں تبدیلی آئی ہے۔ باوجود یہ کہ گزشتہ 25 سالوں سے بھارت اور اسرائیل کے درمیان سفارتی تعلقات موجود ہیں، مگر بھارت ہمیشہ فلسطینیوں کے لیے آزاد فلسطین کا حامی رہا ہے۔ یہ خارجہ پالیسی کا الگ نہ ہونے والا حصہ ہے۔ بھارت کا جو بھی سیاسی رکن اسرائیلی دورے پر گیا ہے تو وہ فلسطین بھی گیا ہے۔ جب 2015 میں بھارت کے صدر پرناب مکھرجی اسرائیل کے دورے پر گئے تو وہ غرب اردن اور فلسطینی پارلیمنٹ میں بھی خطاب کر کے آئے تھے۔ پوری عرب دنیا سے بھارت کے اچھے تعلقات کی ایک وجہ فلسطین کے حوالے سے بھارت کی مثبت پالیسی بھی ہے۔ سعودی عرب، مصر، مراکش اور متحدہ عرب امارات سے بھارت اچھے تجارتی تعلقات رکھتا ہے۔ بھارت کی کوشش ہے کہ تمام عرب ممالک کے ساتھ تعلقات مزید اچھے ہوں، تاکہ وہ خلیجی منڈیوں میں اپنی برآمدات مزید بڑھا دے۔ اس لیے اس نے ہمیشہ فلسطینی مسلمانوں کے لیے آزاد حکومت بنانے کی حمایت کی ہے، مگر اب بات بدل چکی ہے اور فلسطین کے حوالے سے بھارت کی پالیسی میں تبدیلی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اسرائیل اور بھارت ماضی کی نسبت ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ دونوں ممالک بہت وضاحت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے باہمی تعلقات مزید مضبوط کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسرائیل اور بھارت کے درمیان سفارتی تعلقات مضبوط ہوئے 25 سال ہونے کو ہیں۔ خیال رہے کہ اسی مناسبت سے ہندوستان کے وزیر اعظم نریندر مودی کی طرف سے اسرائیل کا دورہ طے ہوا تھا۔ اس دورے کو حتمی شکل دینے کے لیے بھارت کے قومی سلامتی کے مشیر اجیت دوؤل اسرائیل گئے تھے، جہاں انہوں نے اپنے ہم منصب اور وزارت خارجہ کے اعلی حکام سے ملاقاتیں کی تھیں۔

ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ بھارت کا کوئی وزیر اعظم اسرائیل کا دورہ کر رہا ہے۔ اس لیے دونوں فریق اس دورے کو غیر معمولی اہمیت دے رہے ہیں۔ فلسطینی میڈیا نے خبر دی ہے کہ بھارتی وزیر اعظم کا دورہ یقینی ہے، مگر اب تک اس کی باقاعدہ تاریخ کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ مبینہ طور پر اس دورے کے لیے جولائی کا مہینہ بتایا جا رہا ہے۔ اس دورے کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ گزشتہ حالات کے برعکس اس بار بھارت کے سب سے بڑے عہدیدار اسرائیل کے دورے پر جا رہے ہیں، مگر فلسطینی مسلمانوں کے زیر کنٹرول علاقوں میں جانا اس منصوبے میں شامل نہیں ہے۔ فلسطینی میڈیا نے فلسطین کے حوالے سے بھارت کے اس اقدام کو بھارت کی مثبت پالیسی سے انحراف قرار دیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے قبل بی جے پی یا کانگریس کا کوئی وزیر خارجہ دورے پر آیا ہے تو اس نے دونوں فریقوں سے ملاقات کی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ امریکا، اسرائیل اور دیگر اسلام دشمن مغربی طاقتوں کا یہ منصوبہ بہت خطرناک ہے، مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کا راستہ روکا ہی نہیں جا سکتا۔ ان منصوبوں کو خاک میں ملانا بہت آسان ہے۔ اس کی یہی صورت ہے کہ اسلامی دنیا کا ایسا کوئی ہمدرد اٹھے، جو سعودی عرب، مصر، قطر اور اردن جیسے ممالک کو دیگر ممالک میں مداخلت سے منع کر سکے۔ وہ ایران کی طرف سے شام، عراق اور یمن کی جنگ میں مداخلت کو روک سکے۔ تاکہ اسلامی دنیا غاصب اسرائیلی حکومت کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرنے کی غلطی سے باز رہے۔

حکومت یار مشتری ہشیار باش

عبدالرحمن

اگرچہ BBC Urdu نے اپنی خبر میں گلبدین حکمت یار کو ''سینئر افغان جنگجو'' لکھا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ گلبدین صاحب 'حکمت یار' نہیں بلکہ 'حکومت یار' ہیں۔ اسی طرح وہ 'سینئر افغان جنگجو' کے بجائے 'سینیئر افغان ڈالر جو' ہیں۔ گلبدین صاحب نے 'حکومت یاری' کی انتہا کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کو 'قیامِ امن' کی منصفانہ جدجہد ترک کر کے غیرت و عزت کے کھلے دشمن اشرف غنی کے سامنے سرنگوں ہونے کا ارشاد جاری فرمایا ہے۔ کفر کا باہمی تضاد بالکل واضح ہے۔ جو دہشت گردی کا ساتھ دے گا، وہی امن کا علمبردار سمجھا جائے گا۔ اسی وجہ سے 'حکومت یار' کی طرف سے ستمبر میں افغان حکومت کے ساتھ امن معاہدے پر دستخط کیے جانے پر فروری میں اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے اُن کے خلاف عائد پابندیاں ختم کر دی تھیں، جس کے بعد حکومت یار افغان سیاسی دھارے میں واپس آ سکے تھے۔ حکومت یار صاحب کی 'کایاپلٹ' ایسی خطرناک ہے کہ وہ اسلام کے اعلیٰ حکم 'جہاد' کو 'بے معنی اور ناپاک' جنگ باور کر رہے ہیں۔ انہوں نے صوبہ لغمان میں ایک تقریر کے دوران اپنے ارشادات کا رُخ مجاہدین کی طرف پھیرتے ہوئے فرمایا:

''مجاہدین اشرف غنی کے ساتھ امن معاہدہ کر کے 'امن کے کارواں' میں شریک ہو جائیں، تاکہ یہ بے معنی اور ناپاک جنگ ختم ہو سکے۔''

بدبختی خصوصاجب کسی مسلمان کا پیچھا کرتی ہے تو اُس کے لیے شیطان کی مدد سے عقل وشعور کی وہ بلند و بالا فصیل پھلانگنا آسان ہو جاتا ہے، جو اُسے اللہ کی پناہ میں رکھے ہوتی ہے۔ آپ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق 'جہاد کو ترک کرنے سے ذلت مقدر بن جاتی ہے۔' ملاحظہ فرمائیں:

''إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ''

'جب تم 'عینہ' (سودی تجارت) کرنے لگو گے اور بیلوں کی دُمیں پکڑ لو گے اور کاشت کاری کو اپنی زندگی کا اہم مقصد بنالو گے اور جہاد ترک کر دو گے تو اللہ تم پر ذلت مسلط کر دے گا۔ پھر اللہ تب تک اُس ذلت کو تم سے نہیں ہٹائے گا، جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہ کر لو گے!

یہ حدیث واضح بتا رہی ہے کہ جب مسلمان دنیا کے کام دھندے کو اپنا سب سے اہم مقصد بنا کر دین سے، خصوصاجہاد سے منہ موڑ لے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت ومسکنت اور لاچارگی کا شکار ہو جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ ذلت صرف اُسی صورت ہٹ سکتی ہے، جب وہ مسلمان اپنے دین کی طرف واپس پلٹ آئے گا۔ یہ یاد رہنا چاہیے کہ اس حدیث میں جہاد کے معاملے کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ دین کی طرف لوٹنے سے ایک یہ بھی مراد ہے۔

آپ یہاں غور فرمائیں کہ ماضی میں 'بڑے مجاہد' کے لقب سے پہچانے جانے والے حکومت یار اب اُسی جہاد کو ترک کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، جس نے ماضی میں اُنہیں عزت و جلال بخشا تھا۔ کیا اُن کی جانب سے ترکِ جہاد کی ترغیب کا پس منظر یہ نہیں ہے کہ وہ نظریاتی طور پر اسلام کا راستہ گم کر بیٹھے ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ اُنہوں نے اپنے دل میں 'وہن' (دنیا سے محبت اور موت سے نفرت) کی بیماری کو جگہ دے دی ہے۔ اس حوالے سے نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

''يُوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تداعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الأَكْلَاةُ الٰى قَصْعَتِهَا''

''وہ وقت قریب ہے، جب تمہارے اوپر دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی، جیسے بھوکے کسی پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔''

ایک صحابی نے اس کی وجہ پوچھی کہ: ''و مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ ؟''

''کیا اِس کی وجہ یہ ہو گی کہ ہم اُس وقت تعداد میں بہت کم رہ جائیں گے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْر ولكِنَّكُمْ غُثاءٌ كَغثاءِ السيلُ ، ولينزعنَّ اللّٰہ من صدورِ عدوِّكُم المَهابَۃَ مِنْكُمْ ، وليَقْذِ فَنَّ اللّٰہ فِيْ قُلُوْبِكُم الوَهْنَ''

''نہیں، بلکہ تب تم لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہو گے، لیکن تم لوگ سیلاب کی جھاگ اور خس وخاشاک کی طرح ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں 'وہن' پیدا فرما دے گا۔''

ایک صحابی نے تعجب آمیز لہجے میں سوال کیا: ''يا رَسولَ اللهِ! وَمَا الوَهْنُ ؟''

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہن کیا ہوتا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ المَوْتِ''

''دنیا سے محبت اور موت سے کراہت''

حکومت یار جیسے لوگ انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ حکمت یار نے جب سے 'حکومت کے ساتھ یاری' لگائی ہے، تب سے وہ اپنی دنیا اور اپنا دین تباہ کر کے عام مسلمانوں کی آخرت کا ستیاناس کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ وہ اشرف غنی جیسے دنیا کے ذلیل ترین لوگوں کو عالمِ اسلام کا خیر خواہ ثابت کر رہے ہیں۔ کیسا عبرت کا مقام ہے کہ یہ حضرت کچھ عرصہ پہلے عزت کے کیسے بلند مقام پر فائز تھے، آج دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے کی بیماری کا شکار ہو کر ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی برباد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالمِ اسلام کی ایسے دین و دنیا کے ڈاکوؤں سے حفاظت فرمائے۔ آمین

امریکا کابل حکومت کو سبز باغ دکھاتا ہے

موسیٰ فرہاد

سابق امریکی صدر بارک اوباما نے 2010 میں افغانستان سے متعلق امریکی پالیسی میں تبدیلی کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'افغان جنگ اختتام کو پہنچائیں گے۔' ان کا خیال تھا کہ 2001 میں شروع کرنے والی جنگ کے بہتر نتائج سامنے آئے ہیں۔ 5 ہزار امریکی فوجیوں کی ہلاکت اور اربوں ڈالر کے اخراجات کے بعد بھی امریکا کو یہ یقین ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہے۔ القاعدہ اور امارت اسلامیہ کے نیٹ ورک کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ کابل میں اپنی مرضی جمہوری حکومت قائم کی ہے۔ ایک مضبوط فوج اور پولیس کا نظام تشکیل دیا ہے۔ آخر کار مغربی جمہوری اصولوں کے عین مطابق پارلیمنٹ قائم ہو کر جمہوریت کو فروغ ملا ہے۔

ان تمام اہم کامیابیوں کے بعد امریکا کو صرف ایک چیز کی ضرورت تھی کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کی جانب سے اس کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیا جائے، تاکہ امریکا طویل مدت تک افغانستان میں مضبوط فوجی اڈے قائم کر کے موجود رہ سکے۔ جیسا کہ خلیج میں ہے۔ ان امریکی اڈوں کے اخراجات بھی خلیجی ممالک کی ذمہ داری ہیں۔ جب کہ امریکا بڑے سکون سے شب و روز اپنے منصوبوں اور حکمت عملیوں پر عمل درآمد کو یقینی بنانے میں مصروف ہے۔ امریکا نے افغانستان میں بھی یہی منصوبہ بنایا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنی افواج کی تعداد میں کمی کرنے اور چند مخصوص محفوظ فوجی اڈوں میں تعینات رہنے کے لیے کابل انتظامیہ سے سکیورٹی معاہدے کا مطالبہ کیا تھا۔ جس کے مطابق اس اسٹریٹجک سکیورٹی معاہدے کے بعد ہزاروں امریکی فوجی افغانستان میں طویل مدت تک قانونی طور پر تعینات رہیں گے۔ اُن کی سکیورٹی کی ذمہ داریاں افغان نیشنل آرمی اور پولیس پر عائد ہوں گی، جس پر امریکا نے اربوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔

امریکا کا یہ منصوبہ تب نامکمل ثابت ہوا، جب سال 2010 کے بعد امارت اسلامیہ ماضی کے مقابلے میں 35 فیصد مضبوط اور منظم ہوئی۔ ماضی میں ایک صوبے میں دشمن کے خلاف آپریشن ہوتا تھا، اب 34 صوبوں تک دائرۂ کار بڑھا کر کارروائیوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مجاہدین نے اتنے پیچیدہ حملے کیے ہیں کہ نیٹو کو چیلنج اور شکست کا سامنا ہے۔ مثلاً کابل میں نیٹو کے اہم فوجی مرکز پر حملہ۔ خوست میں امریکی ہوائی اڈے پر ڈبل جاسوس نامی کامیاب آپریشن۔ صوبہ نورستان میں امریکی فوجیوں کے اسٹریٹجک بیس پر قبضہ۔ قندھار ہوائی اڈے میں امریکی فوجیوں پر حملہ۔ صوبہ میدان وردگ میں امریکی جنگی طیارے میں 35 امریکی جرنیلوں کی ہلاکت۔ صوبہ ہلمند میں 'بوسٹن' نامی امریکی بیس میں 16 فدائی مجاہدین کا اعصاب شکن حملہ۔ کابل میں نارتھ گیٹ کے غیر ملکی مرکز پر حملہ۔ اس طرح کے متعدد خطرناک حملوں نے غیر ملکی حملہ آوروں کو حیران کر رکھا ہے۔ ان کے تمام اندازے اور مفروضے غلط ثابت ہوئے ہیں۔ دوسری جانب 'دشمن' افغان تربیت یافتہ فوج میں مجاہدین کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہ ہونے پر بھی تشویش زدہ ہے۔

مجاہدین نے عسکری قوت کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی اہم مقام حاصل کیا ہے۔ اگرچہ بظاہر امریکا کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے بہت سے ممالک مجاہدین کے ساتھ تعلقات استوار کرنے سے گریز کر رہے تھے، تاہم انہوں نے زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے اس بات کا یقین کر لیا ہے کہ افغانستان کا سیاسی مستقبل 'امارت اسلامیہ' سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ گزشتہ کچھ سالوں میں کم ہی ایسے ممالک ہیں، جنہوں نے امارت اسلامیہ کے ساتھ تعلقات قائم نہیں کیے۔ باقی سب نے امارت کے ساتھ تعلقات مضبوط بنا لیے ہیں۔ دوسری جانب امریکا

کے انخلا کا اعلان کٹھ پتلی فورسز کے لیے بڑا دھچکا ثابت ہوا ہے۔ وہ اس اعلان کی خطرناکیوں کا اندازہ کرکے آہستہ آہستہ جوق در جوق مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ تقریباہر روز ایسی خبریں منظر عام پر آتی ہیں کہ فوجی کمانڈر اپنے سپاہیوں سمیت ہتھیار ڈال کر مجاہدین کی صف میں شامل ہو گیا۔ یہ سلسلہ زور و شور جاری ہے۔ جب کہ مجاہدین نے بھی فوج اور پولیس میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا دیا ہے۔ مجاہدین کے تربیت یافتہ ساتھی حکومتی فورسز کی صفوں میں بڑے پیمانے پر سرایت کر گئے ہیں۔ وقتاً فوقتاً ایسی خبریں سامنے آتی ہیں کہ فلاں جگہ فوج یا پولیس کے کسی سپاہی نے اپنے دس یا کم و بیش ساتھیوں کو مار ڈالا اور وہ ہتھیاروں سمیت مجاہدین سے جاملا ہے۔ ان دونوں سلسلوں میں 2014 کے بعد بہت تیزی آئی ہے۔ سال 2015 کے ابتداء سے 2016 کے وسط تک افغان نیشنل آرمی اور پولیس کے 2 ہزار تین سو افسر اور سپاہی مجاہدین میں شامل اختیار ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اس مدت کے دوران 'فوج میں سرایت کر جانے والے مجاہدین' کی جانب سے تقریبا1400 اہل کار ہلاک کیے گئے ہیں۔ جب کہ مجاہدین کے فدائی حملوں یا جھڑپوں میں ہلاک ہونے والے یا خوف زدہ ہو کر سرنڈر ہونے والوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

ان حالات نے امریکا اور کابل انتظامیہ کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ صرف بدنام 'اربکی ملیشیا' پر انحصار کرے۔ کیوں کہ فوج اور پولیس کے حوصلے پست ہو گئے ہیں۔ امریکا نے بھی اپنی پوری توجہ اربکی ملیشیا پر مرکوز کر رکھی ہے۔ اربکیوں کو ہر جگہ رشوت دے کر مجاہدین کے مقابلے پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے ڈالر کے حصول کے لیے کچھ علاقوں میں شدید مقابلہ کیا ہے، تاہم اربکی ملیشیا نے ہر جگہ عام شہریوں کے ساتھ بہت نامناسب سلوک کیا ہے۔ لوگ ان سے تنگ آ گئے ہیں۔ ان کے خلاف نفرت کی فضا قائم ہو چکی ہے۔ اس لیے قوم نے اربکی ملیشیا کے خلاف مجاہدین کی حمایت کی ہے۔ کابل حکومت کے اندرونی اختلافات اور ریکارڈ کرپشن نے بھی حکومت اور قوم کے درمیان فاصلہ پیدا کیا ہے۔ آہستہ آہستہ کابل انتظامیہ کا کنٹرول ختم ہوتا جا رہا ہے۔

جب امریکا اور نیٹو نے ایک بار اس جنگ سے اپنے فوجیوں کے انخلا کے لیے بہانہ ڈھونڈ لیا ہے تو اب وہ نہیں چاہتے کہ دوبارہ پھر اس خطرناک اور لاحاصل جنگ میں کود پڑیں۔ اب ان کے لیے ایک ہی راستہ بچا ہے کہ وہ پروپیگنڈے پر زور دیں، تاکہ وہ اپنی کٹھ پتلیوں کو وقتی طور مصنوعی آکسیجن فراہم کر کے کچھ نہ کچھ کریں، ورنہ ڈیڑھ دہائی کی مہنگی جنگ پر صرف کی گئی محنت ضایع ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے امریکا ہر وقت نت نئے طریقوں سے پروپیگنڈے کرتا ہے۔ کابل انتظامیہ کے ساتھ نقد امداد کا اعلان کرتا ہے۔ ہتھیاروں کی فراہمی کے جھوٹے وعدے کرتا ہے۔ فوج کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کے بات کرتا ہے۔ فضائی حملوں اور مجاہدین کے خاتمے کے خوشنما اعلانات سے کابل انتظامیہ کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے۔

امریکی فوج کے اعلی کمانڈر جنرل نکلسن کی حالیہ گفتگو ایک اچھی مثال ہے۔ جب انہوں نے افغانستان سے متعلق امریکی کانگریس کے سامنے اظہار خیال کرتے ہوئے مزید فوجیوں کی تعیناتی، رقم بڑھانے اور وسائل کی فراہمی کے اضافہ کا مطالبہ کیا تو ٹرمپ انتظامیہ اور نیٹو رہنماؤں نے اس حوالے سے کوئی دل چسپی ظاہر نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قابض قوتوں نے افغان کٹھ پتلی انتظامیہ کے ساتھ دوغلی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ اِسے جنگ کا حوصلہ دیا جاتا ہے۔ جھوٹے وعدے کیے جاتے ہیں۔ طویل جنگ کے لیے ہمہ قسم تعاون کا یقین دلایا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ امریکا کو افغان انظانیہ پر اعتماد ہے اور نہ ہی اضافی فنڈز کی فراہمی پر عمل درآمد کا امکان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نکلسن اِدھر کابل انتظامیہ کو سبز باغ دکھاتے رہے ہیں اور اُدھر امریکی حکومت اور دیگر اتحادی ممالک ان کے مطالبات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ حتی کہ مخلوط حکومت کا کوئی ایک رہنما یا وزیر اب تک ٹرمپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں کر سکا ہے۔ بد قسمتی سے کابل انتظامیہ کے نام نہاد ضدی حکمرانوں نے اقتدار کی ہوس اور ڈالر کے حصول کے لیے حملہ آوروں کے حکم پر اپنی قوم کو طویل جنگ کی آگ میں دھکیل دیا ہے، لیکن وہ اللہ کے عذاب اور قوم کے حساب سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ ان شاء اللہ

امریکا کے نئے اسلحوں کی تجربہ گاہ...!

آزاد افغان

بلاشک وشبہہ دنیا بہت تیزی سے سیاسی، اقتصادی اور عسکری حوالے سے تبدیلی کی جانب جارہی ہے۔ خصوصا اسلامی ممالک تو کفری ممالک کے لیے متعین اہداف ہیں اور نشانہ بنائے گئے ہیں۔

مشرق وسطی میں اسرائیل کی موجودگی عرب اور اسلامی دنیا کے سینے میں پیوست خنجر کی طرح مسلمانوں کا خون بہاتا ہے۔ ہندوستان میں مودی اور امریکا میں ٹرمپ کی کامیابی کے بعد اسلامی ممالک سے جو شہری دیگر مشکلات اور مسائل کی وجہ سے یہاں آئے ہیں، ماضی کی بنسبت دیکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ حال ہی میں امریکی صدر ٹرمپ کے حکم پر ہمارے ملک پر دنیا کا سب سے بڑا غیر ایٹمی بم استعمال کرایا گیا ہے یہ واقعہ بھی ٹرمپ کی اسی بری ذہنیت اور برے مستقل کا عکاس ہے۔

خبری میڈیا کے مطابق یہ بم جسے دس ہزار کلو بارود اور تباہی مواد کی وجہ سے بموں کی ماں کہا جاتا ہے۔ 13 اپریل 2017 کو امریکا کی جانب سے یہ مجرمانہ وحشت ملک کے مشرق میں ننگرہار ضلع اچین میں ڈھائی گئی۔ جو بظاہر امریکا کے مطابق اچین کے ایک درہ میں داعشی جنگجوؤں کو نشانہ بنانے کے لیے گرائی گئی۔ خبری ذرائع کے بقول یہ بڑا بم اچین کے پہاڑی درے اسد خیل میں گرایا گیا جہاں داعش نے زیرزمین ٹھکانے اور ٹنل بنا رکھے ہیں۔ اور ایک عرصے سے اسے اپنے مرکز کے طور پر استعمال کرتے آرہے ہیں۔ البتہ اب تک کسی ثقہ ذرائع نے یہ نہیں بتایا کہ اس بڑے حملے میں کتنے داعشی جنگجو مارے گئے ہیں۔ اور اس کے علاوہ داعش کو اس خطے میں امریکا نے کتنا مالی اور فوجی نقصان پہنچایا ہے۔

جس طرح یہ بڑا بم تباہی پہنچانے اور تباہی پھیلانے میں ایٹم بم سے کم فرق رکھتا ہے، زیادہ بارود کی وجہ سے نشانہ بنایا گیا خطہ اکسیجن کی کمی کا شکار ہے مگر اب تک یہ واضح نہیں ہے کہ اچین کے مذکورہ علاقے میں تباہی پھیلانے اور نقصان پہنچانے کی فیصدی کتنی ہے کیوں کہ مذکورہ علاقہ میں امریکی فوج کسی کو جانے نہیں دیتے یہاں تک کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے فوجی بھی نہیں جاسکتے۔

بہت سے ماہرین کے مطابق ٹرمپ کا یہ اقدام جگانے والا ہے۔ اور لگتا ہے کہ ٹرمپ کے اقتدار تک پہنچنے کے بعد اسلامی ممالک کے اندر امریکی وحشت اور بھی پھیل گئی ہے۔ امریکا دنیا بھر کے ممالک کو مرعوب اور خوف زدہ کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح اس سے قبل شام کے الشعیرات کے ہوائی اڈے پر ہام ٹاک کے نام سے کروز میزائیل گرایا اور اس کے بعد یہ ہے کہ افغانستان پر بڑا بم حملہ کیا اس طرح مہلک اور نقصان دہ اسلحوں کے استعمال سے اس کی بری نیت اور وحشی عزائم کا اظہار ہوتا ہے۔

دوسری جانب یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ داعش کے نام سے سامنے لائی گئی تنظیم میں امریکا کا کردار موجود ہے۔ اور اس پر مضبوط اور مستند شواہد موجود ہیں کہ امریکا نے داعش اپنے مقاصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ ہیلری کلنٹن نے اپنی انتخابی مہم کے دوران کئی کئی بار تسلیم کیا کہ داعش ان کی اسٹریٹیجی کا ایک حصہ ہے۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا امریکا اب کونسی اسٹریٹیجی منتخب کرتا ہے؟ کیا امریکیوں میں نئی سوچ اور فکر پیدا ہوگئی؟ یا داعش واپس امریکا کے لیے دردسر بن گیا ہے؟ اور یا ٹرمپ نے اوباما کے تمام منصوبے موخر کردیے ہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا امریکا، روس، چین، ایران اور دیگر کے خلاف داعش کے استعمال کے ارادوں سے پسپا ہوگیا ہے؟ کیوں کہ آغاز میں منصوبہ یہ تھا کہ شام اور عراق کے بعد امریکا داعش کو افغانستان جیسے ملک میں جمع کرے گا اور اس مقام کو افغانستان کے پڑوسیوں کے خلاف استعمال کرے گا۔

مبصرین کے مطابق درجہ بالا تمام سوالات اہم ہیں مگر اس کا جواب اب بے وقت ہو گا، البتہ امریکانے اس حملے سے دنیا کو واضح کر دیا ہے کہ مسلسل دو ممالک پر دو الگ الگ حملے کر کے شمالی کوریا، روس اور ایران کو پیغام دیا ہے کہ وہ ان دونوں ممالک پر بھی حملہ کر سکتا ہے۔

دیگر کچھ مبصرین کا خیال ہے کہ امریکا داعش کے نام پر اس بڑے بم کا استعمال کر کے داعش کے وجود کو قانونی جواز بخشنا چاہتا ہے۔ تاکہ دکھایا جائے کہ امریکا داعش کی حمایت نہیں کر رہا اور نہ اس کے دامن پر داعش کو وجود دینے کا داغ ہے، اس طرح داعش کو خطے کے لوگوں کی حمایت اور ہمدردی مل جائے گی۔ دوسری طرف عالمی سطح پر امریکا چاہتا ہے کہ شمالی کوریا اور روس دونوں کو خطرے کا پیغام دیدے اور دونوں کو اپنی طاقت دکھادے، جس طرح بم پھینکتے ہی امریکی حکام نے کہا کہ شمالی کوریا اور ان ممالک کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے جو امریکی مفادات کے لیے چیلنج بنتے ہیں۔ مگر دوسری طرف وزیر دفاع جیمز میتیس نے کہا کہ اچین پر بم پھینکنا امریکا کے لیے ایک خفیہ راز ہے اور وہ کبھی بھی اپنا یہ راز کسی کے سامنے واضح نہیں کریں گے، اسے ہمیشہ اپنے ساتھ خفیہ رکھیں گے۔

مجموعی طور پر یہ افغانستان کے حریم پر امریکا کی ایک اور غلیظ جنایت کاری ہے جس کے بارے میں کٹھ پتلی انتظامیہ کی مجرمانہ خاموشی کبھی بھی قابل معافی نہیں ہے۔ اور نہ ہی افغان عوام میں سے جو لوگ تھوڑا سا بھی شعور رکھتے ہوں اس جرم کے خلاف اشرف غنی اور عبد اللہ عبد اللہ کی خیانت اور جنایت کو معاف کریں گے۔ کیوں کہ بہت سے مبصرین کے مطابق امریکانے افغانستان کو اپنے اسلحوں کی تجربہ گاہ بنا رکھا ہے، وہ علاقہ جہاں امریکانے یہ بڑا بم گرایا ہے ضلع اچین کے علاقے اسد خیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جہاں سے اکثر عام شہریوں کو پہلے ہی سے نکال لیا گیا تھا۔ اور استعمال کیا گیا بم دس ٹن وزنی ہے۔ جو بہت پہلے بنایا گیا تھا مگر اب تک استعمال نہیں کیا گیا تھا، اب پہلی بار کسی جنگ میں استعمال کیا گیا ہے۔

اس طرح کے حملوں کے پیچھے امریکا کی طویل جنگی پالیسی کام کر رہی ہے جس کا مقصد دنیا پر امریکی رعب داب قائم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں امریکی صدر کے سیکرٹری کے حالیہ بیانات قابل غور ہیں جو انہوں نے شمالی کوریا اور پڑوسی ممالک کے دس روزہ دورے کے موقع پر کی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شمالی کوریا امریکی خاموشی کا امتحان نہ لے، گذشتہ دو ہفتوں میں پہلے شام اور پھر افغانستان پر حملے کر کے ہمارے صدر کی طاقت سامنے آگئی ہے۔ مبصرین کے مطابق ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکانے شمالی کوریا اور روس کو اپنی طاقت دکھادی ہے۔ اس لیے آئندہ کے حالات میں دنیا ایک غیر یقینی صورتحال کی جانب جارہی ہے۔ ہوسکتا ہے امریکا شمالی کوریا، روس اور ایران ایسے ممالک کے خلاف قدم اٹھائے۔

افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت کی جانب سے امریکا کے اس حملے کی نہ صرف حمایت کی گئی ہے، جب غیر جانبدار ماہرین کی جانب سے خدشہ ظاہر کیا کہ اس حملے سے صحت کے مسائل پیش آسکتے ہیں، شہریوں کو خبر دار رہنا چاہیے، مگر اس کے بعد افغان حکومت کی وزارت صحت نے لوگوں کے ذہن بدلنے کے لیے حملے کے فوائد کے حوالے سے موقف شائع کیا، ایسے حالات میں جب خود افغان حکام کو حملے کے مقام تک پہنچنے نہیں دیا جارہا، اسی لیے مذکورہ علاقے کو امریکی فوج کی جانب سے محصور کیا گیا ہے اور کوئی بھی وہاں جانہیں سکتا، اس طرح افغان حکام کو خبر ہی نہیں کہ یہ بم کتنی تباہی پھیلاتا ہے اور اچین میں اس نے کتنی ہلاکتیں کی ہیں، صرف امریکا کو خوش کرنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں کہ لوگوں کے ذہنوں کو جھوٹی معلومات سے بدلا جائے۔

اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ افغانستان میں امریکا مستقبل میں بھی ایسے ہی حملے جاری رکھے گا، تو اس کا انجام خطے کے لیے نہایت برا اور اشتعال انگیز ہو گا، اور نہ ہی اس طرح کے اقدامات سے امریکا افغانوں کو جہاد سے دور کر سکے گا، اور وہ دن ضرور آئے گا جب امریکا اپنے حریف روس کی طرح کے انجام سے دوچار ہو گا۔

ان شاء اللہ

دنیا میں ایک عظیم جنگ کا خوف!

بشیر ارمان

گزشتہ ماہ 7 تاریخ کو امریکہ نے شام کے شہر حمص کے نواح میں واقع الشعیرات ہوائی اڈے پر 59 ٹام ہاک میزائلوں سے حملہ کیا جس میں ایران اور شام کے مشترکہ فضائیہ کے کم از کم 73 پولیس افسران ہلاک ہوگئے تھے۔

شام میں موجود امدادی ادارے نے شامی حکومت کا یہ دعوی مسترد کیا ہے کہ امریکی حملے میں صرف 6 افراد ہلاک ہوئے اس کے علاوہ کوئی نقصان نہیں ہوا ہے الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق: امریکہ کی جانب سے ٹام ہاک میزائل حملوں کے بعد الشعیرات ایئرپورٹ مکمل طور پر تباہ ہوا اس کے علاوہ روس کی جانب سے نیا تعمیر ہونے والا ہوائی اڈہ بھی شدید متاثر ہوا ہے اور نئی جدید آلات کو بھی نقصان ہوا ہے۔

میڈیا کے مطابق حمص شہر کے جنوب میں واقع الشعیرات ہوائی اڈہ ایران اور شام کے علاوہ روس کے جنگی طیارے بھی کھڑے تھے اور یہاں سے ان تینوں ممالک کے جنگی طیارے پرواز کر کے حکومت مخالف قوتوں کے زیر کنٹرول علاقوں (جیسے ادلب، حماہ اور حمص) پر فضائی حملے کرتے تھے۔

جب امریکہ نے اس ایئرپورٹ پر حملہ کیا اس وقت وہاں پر ایران اور شام کے علاوہ روسی طیاروں کے پائلٹ بھی موجود تھے جنہیں ضرور نقصان ہوا ہوگا۔

روس نے ستمبر 2016 میں اس ایئر بیس پر ایک درجن سے زیادہ طیارے اتار دیئے، حکومت کے مخالفین کا کہنا ہے کہ: اس ایئرپورٹ سے روزانہ کم از کم پچاس مرتبہ جنگی طیارے پرواز کر کے شامی اپوزیشن کے اہداف کو نشانہ بناتا ہے۔

میڈیا ذرائع کے مطابق شام پر ممکنہ حملے کے پیش نظر امریکہ نے اپنے 35 ہزار فوجیوں کو مشرق وسطی بھیجا، ایک بحری جہاز بھی روم سمندر پہنچا دیا اور اٹالیا کی سمندری حدود میں ایک بحری جہاز کھڑا کیا جس میں ہام ٹاک میزائل نصب ہیں، اس کے علاوہ بحیرہ روم کے مشرق میں امریکہ کا ایک اور بحری جہاز موجود ہے جبکہ خلیج میں پہلے سے امریکہ کا بحری جہاز ایچ ڈبلیو بش موجود ہے جو شام پر ممکنہ حملے کے وقت انہیں استعمال کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ امریکہ شام پر فضائیہ حملوں کے لئے ترکی کے انجرلیک ہوائی اڈہ استعمال کرے گا اور اردن، کویت اور عراق کے شمال میں واقع فوجی اڈوں کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مبصرین کے مطابق امریکہ نے سن 2014 میں بھی شام پر 47 ٹام ہاک میزائل فائر کئے تھے لیکن اس وقت شام کے صدر بشار الاسد نے اس لئے امریکی حملوں کا خیر مقدم کیا تھا کیوں کہ اس حملے میں داعش کے ٹھکانوں کو نشانہ بنایا گیا تھا اور اس بار امریکی حملے پر اس لئے ناراضگی کا اظہار کیا کیوں کہ اس بار عسکریت پسندوں کے بجائے شامی حکومت کے ہوائی اڈے کو نشانہ بنایا گیا جس پر روس اور ایران نے بھی تشویش کا اظہار کیا۔

یہ بھی واضح ہوا ہے کہ ٹام ہاک [Tomahawk] میزائل ہدف کو نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور امریکی فوج نے 1983 سے مختلف ممالک میں ان مزائلوں کا تجربہ اور استعمال کیا ہے اس سے قبل لیبیا اور افغانستان 8 سو مزائلوں کو استعمال کیا گیا ہے، ایک مزائل کی قیمت دس لاکھ ڈالر ہے، تو اس لحاظ سے امریکہ نے دونوں ممالک پر 8 کروڑ ڈالر مالیت کے مزائل استعمال کئے گئے ہیں۔

بین الاقوامی مبصرین کا خیال ہے کہ امریکہ کی جانب سے موجودہ سرگرمیوں سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا تیزی سے سیاسی اور دفاعی تبدیلی کی جانب گامزن ہے، بالخصوص بھارت میں مودی کا وزیر اعظم منتخب ہونے اور امریکہ میں ٹرمپ کا صدر منتخب ہونے سے دنیا کو شدید خطرات لاحق ہوگئے ہیں اسی طرح مشرق وسطی میں اسرائیل دنیا کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے۔

ادھر امریکہ اقتصادی میدان میں روس اور چین کے نئے چیلنجز کا سامنا ہے، ان دونوں ممالک نے مشترکہ طور پر برکس بینک کے نام سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے متبادل کے طور پر ایک نیا بینک قائم کیا ہے اسی طرح ترقیاتی بینک کا قیام بہت اہم اقدام ہے جو بہت کم شرح سود کے ساتھ غریب ممالک کو قرضہ فراہم کرتا ہے جو بلاشبہ امریکہ کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں ہے، اب امریکہ کے پاس صرف ایک آپشن رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ دنیا پر سامراجی ایجنڈے کے تحت زبردستی اور طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کی پالیسی ترک کرے پھر وہ مستحکم ہو سکتا ہے۔

مبصرین کے مطابق 7 اپریل کو شام پر امریکی حملے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اپنی بھرپور طاقت کا استعمال کر کے ان ممالک کو چیلنج کرے جو بین الاقوامی میدان میں امریکہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں روس نے بھی کوشش شروع کی ہے کہ شام اور خطے میں امریکی عزائم کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کریں اور شام میں حکومت مخالف قوتوں کے ٹھکانوں پر بمباری کر کے بشار الاسد حکومت کو بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے لیکن امریکہ کے لئے روس کی یہ پارٹنرشپ ہرگز قابل قبول نہیں ہے اور اس کے خلاف اس کھیل میں بھرپور طریقے سے حصہ لے رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب شام میں فوجی اڈوں پر امریکہ حملہ کرے گا تو اس میں روسی تنصیبات بھی متاثر ہوں گی جس کے خلاف روس ضرور شدید رد عمل ظاہر کرے گا اور اس بات کا خوف ہے کہ شام کے معاملہ پر روس اور امریکہ کے درمیان خونریز تصادم اور آمنے سامنے ٹکراو پیدا ہو جائے جو دنیا کی سب سے عظیم جنگ ہوگی جس کے نتائج عالمی دنیا اور خاص طور پر مسلمانوں کے لئے خطرناک ہوں گے۔

فوجی اضافہ ٹائم پاس ٹوٹکہ

حسن زوی

ڈونلڈ ٹرمپ کی مقبولیت میں کمی، ٹرمپ کے اقدامات و بیانات کے خلاف عالمی سطح کا شدید رد عمل سامنے آنے اور بڑے سیاسی چیلنجز سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے ڈونلڈ ٹرمپ نے افغان جنگ کو طول دینے کی ٹھانی ہے۔ وہ مجاہدین کو دنیا کے سامنے ایسا بڑا خطرہ بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں، جس کے خلاف لڑنا پوری دنیا کی مجبوری ہو۔ مگر یہ 'مجبوری' صرف امریکا برداشت کرکے دنیا پر احسان کر رہا ہے کہ اسے افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں میں دربدر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹرمپ نے صدارت کا حلف اٹھانے کے اگلے روز سی آئی اے کے دفتر کا دورہ کیا، جس کا مقصد ادارے کو اپنا ہمنوا بنانا تھا۔ بعد ازاں ٹرمپ نے افغانستان میں موجود غاصب فوج کے کمانڈروں سے سیٹلائٹ گفتگو کرتے ہوئے ان کی قربانی کی تعریف کی۔ ان کی موجودگی کی اہمیت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے جنگ جاری رکھنے کا کہا،

> افغانستان میں جاری جنگ کے حوالے سے جنرل نکلسن کے حالیہ مایوس کن بیانات نے ٹرمپ کو شش و پنج میں ڈال دیا ہے۔ نکلسن کا کہنا کہ افغان جنگ کسی صورت آگے نہیں بڑھ رہی۔ ان حالات میں ٹرمپ کو ایک راستے کا یقینی انتخاب کرنا ہے۔ افغانستان سے تمام فوج نکال کر اپنی شکست کا اعتراف کرلے، لیکن شرمندگی کی وجہ سے یہ امریکا کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ بظاہر ایسا کچھ کیا جائے، جسے جنگ میں پیش رفت سمجھا جائے۔ ٹرمپ نے یہی کیا اور اس کا آغاز افغانستان میں 300 فوج بھیجنے سے کیا ہے۔ اتنا تو سب جانتے ہیں کہ ایک لاکھ سے زائد امریکی فوج مجاہدین کے مقابلے میں شکست کھا گئی تھی تو چند سو فوجیوں کا اضافہ وقت پاس کرنے کا کارآمد نسخہ ہے۔ اس کا بے فائدہ ہونا خود امریکا کے لیے واضح ہے۔ اوباما کے دور میں فوجیوں میں اضافے اور کمی کے بہت سے اقدامات کیے گئے، مگر ان کا نتیجہ صفر ہی رہا۔

حوالے سے ٹرمپ کو پیش کی گئی رپورٹس بہت مایوس کن ہیں۔ جن میں سر فہرست افغان جنگ ہے۔ 'نیشنل انسپکٹر جنرل فار افغانستان ری کنسٹریکشن' نامی ادارے نے نئے سال کی نسبت سے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:

'گزشتہ 2016 سال میں مجاہدین کے حملوں میں 6 ہزار 7 سو 85 فوجی اور دیگر سکیورٹی اہل کار مارے گئے ہیں، جب کہ 11 ہزار 5 سو زخمی ہوئے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ سال حکومتی نقصانات کی تعداد 5 ہزار تھی، جس میں رواں سال 35 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ نقصانات میں ایک خدشے کی بات یہ ہے کہ پہلے بارودی سرنگوں اور بم حملوں میں ہلاکتیں ہوتی تھیں، مگر مجاہدین کے ساتھ دوبدو حملوں میں ہونے والے نقصان کی شرح بم حملوں سے زیادہ ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مجاہدین اب مضبوط ہوگئے ہیں۔ وہ گھات لگا کر کی جانے والی

بلکہ ساتھ یہ 'خوش خبری' بھی سنائی کہ ان کی حکومت میں یہ جنگ مزید تیز ہوگی۔

ٹرمپ اور بش دونوں ایک ہی فکر کے حامل ہیں۔ دونوں اسلام دشمنی میں حدِ جنون کو پہنچے ہوئے ہیں۔ بش اسلامی دنیا کے خلاف جو جنگ لگا چکے ہیں، ٹرمپ بھی اسی تسلسل کو جاری رکھیں گے۔ البتہ خوش قسمتی سے امریکا کے لیے موجودہ حالات بش کے دور والے نہیں رہے۔ دنیا بھر میں امریکا کی لگائی ہوئی جنگ کے

کارروائیوں اور بم حملوں کے بجائے روبرو جنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔ انہیں حملوں کی وجہ سے کابل انتظامیہ کے ہاتھوں سے اس کے اپنے علاقے مسلسل نکلے جا رہے ہیں۔ آئے دن امارت اسلامیہ کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے۔ اب مجاہد لوگ اعلانیہ گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے پاس ہر طرح کا اسلحہ ہے۔ وہ جدید مواصلاتی نظام استعمال کرتے ہیں۔ عملی رد عمل دکھانے کے لیے ان کی رسائی ہر طرح کے

وسائل تک ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ کے لیے افغانستان کے حوالے سے یہ رپورٹ اور افغانستان کے موجودہ حالات بہت مایوس کن ہیں۔ انہیں یقین ہو چکا ہے کہ مزید جنگ سے ان کا بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہو گا اور اپنے اہداف تک پہنچنا ناممکن ہے۔

گزشتہ 15 برسوں میں ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ سردیوں میں امارت اسلامیہ نے دشمن کے خلاف اپنے محاذ گرم رکھے اور اُسے انتہائی پریشان کن بھاری نقصانات پہنچائے ہیں۔ افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ جنرل نکلسن نے ٹرمپ کی نئی انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ کئی ہزار مزید فوجی افغانستان بھیجے جائیں، تاکہ ہماری رُکی ہوئی جنگ دوبارہ سے شروع ہو سکے۔ ٹرمپ انتظامیہ نے جنرل نکلسن کے مطالبے پر تین سو فوجی افغانستان بھیجنے کی منظوری دی ہے۔ یہ تلخ حقیقت تسلیم کرنا ہو گی کہ امریکا افغانستان سے نکلنے پر آسانی سے تیار نہیں ہو رہا۔ یہاں امریکا نے بہت نقصان دیکھے ہیں، جو اس کا ناکامی کو مزید واضح کر رہے ہیں۔ وہ اپنے شکست تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ وہ شکست کے بچنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔

ایشیا میں افغانستان کی اہم ترین اسٹریٹجک حیثیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جب سے وسطی ایشیائی ممالک میں تیل اور گیس بڑے ذخائر کا انکشاف ہوا ہے، آئندہ چند سالوں میں پوری دنیا کی توجہ یہاں مبذول ہو جائے گی۔ اس لیے مادیات کے حریص امریکا کے لیے اس خطے سے الگ رہنا اور میدان روس و چین کے لیے خالی چھوڑ دینا بہت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکا یہاں سے جانے کو تیار نہیں ہے۔ شکست کھانے اور شکست تسلیم کرنے میں فرق ہے۔ امریکا شکست کھا چکا ہے، البتہ شرمندگی کے باعث تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ امریکا جارحیت سے قبل کہتا تھا کہ وہ 15 دن مین افغانستان پر قبضہ کر لے گا۔ کسی مجاہد بچ نکلنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ پندرہ دن کی کیا بات ہے، امریکا تمام تر مظالم، مصارف اور فوج کے ساتھ پندرہ سال میں بھی اپنا ہدف حاصل نہیں کر سکا۔ دوسری طرف مجاہدین دن بدن مضبوط ہو رہے ہیں۔ امارت کے زیر کنٹرول علاقوں میں مزید وسعت آتی جا رہی ہے۔ عسکری اصولوں کے مطابق یہی امر امریکا کی شکست ہے۔ اس شکست کے حوالے سے مختلف اوقات میں کچھ فوجی کمانڈروں اور افغان رہنماؤں نے اعتراف بھی کیا ہے۔ باقاعدہ شکست تسلیم کرنے کے لیے امریکا کے پاس مطلوبہ اخلاقی جرأت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر امریکا یہاں سے بھاگتا ہے تو وہ تب بھی شکست تسلیم نہیں کرے گا، بلکہ وہ بھاگتے ہوئے اپنے لیے کوئی موم کی ناک بنا کے جائے گا۔ وہ شکست کی ساری ذمہ داری دوسروں پر ڈال دے گا۔

افغانستان میں جاری جنگ کے حوالے سے جنرل نکلسن کے حالیہ مایوس کن بیانات نے ٹرمپ کو شش و پنج میں ڈال دیا ہے۔ نکلسن کا کہنا کہ افغان جنگ کسی صورت آگے نہیں بڑھ رہی۔ ان حالات میں ٹرمپ کو ایک راستے کا یقینی انتخاب کرنا ہے۔ افغانستان سے تمام فوج نکال کر اپنی شکست کا اعتراف کر لے، لیکن شرمندگی کی وجہ سے یہ امریکا کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ بظاہر ایسا کچھ کیا جائے، جسے جنگ میں پیش رفت سمجھا جائے۔ ٹرمپ نے یہی کیا اور اس کا آغاز افغانستان میں 300 فوج بھیجنے سے کیا ہے۔ اتنا تو سب جانتے ہیں کہ ایک لاکھ سے زائد امریکی فوج مجاہدین کے مقابلے میں شکست کھا گئی تھی تو چند سو فوجیوں کا اضافہ وقت پاس کرنے کا کارآمد نسخہ ہے۔ اس کا بے فائدہ ہونا خود امریکا کے لیے واضح ہے۔ اوباما کے دور میں فوجیوں میں اضافے اور کمی کے بہت سے اقدامات کیے گئے، مگر ان کا نتیجہ صفر ہی رہا۔ ایسے لگتا ہے کہ امریکی حکومت فوج بھیج کر خود کو شکست کی ذمہ داری سے بچانا چاہتی ہے، تاکہ فوج یہ کہہ نہ سکے کہ ہمیں شکست کا اعلان اس لیے کرنا پڑا کہ صدر نے ہمارے مطالبے کا مثبت جواب نہیں دیا۔ یہ آخری ناکام کوشش ہوگی۔ جب ٹرمپ کا یہ صدارتی دور ختم ہو گا تو دوبارہ صدر بننے کے لیے سب سے کامیاب قدم یہ ہو گا کہ افغانستان سے فوجی انخلا کا اعلان کر دے۔ بظاہر تب عوام کا مطالبہ یہی ہو گا۔ ٹرمپ اسی مطالبے کو پورا کرنے کے وعدے پر دوبارہ صدر بننے کی کوشش کریں گے۔

طلبا چھٹیاں کیسے گزاریں؟

ملا محمود

دینی مدارس کا تعلیمی سلسلہ شوال سے شروع ہو کر رجب کے آخر میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ عموماً شعبان و رمضان کے دو مہینے طلبائے مدارس کے لیے چھٹی کے ہوتے ہیں۔ سالانہ تعطیلات کے ان دو ماہ میں بہت کم طلبا اپنے اوقات قیمتی بنا کر باقاعدہ کسی کام میں مصروف ہوتے ہیں۔ اکثر و بیشتر کا وقت بے فائدہ کاموں میں گزر جاتا ہے، جس کا احساس تب ہوتا ہے، جب وقت نکل چکا ہوتا ہے۔ کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں کہ شاید کسی کو فائدے کی بات مل جائے۔

پہلی گزارش: ادائیگی حقوق!

تعطیلات شروع ہونے سے قبل اپنے ساتھیوں، اساتذۂ کرام، مدرسہ کے منتظمین، کارکنان اور مدرسہ کے جملہ بہی خواہوں سے معافی تلافی کر لیں۔ جن کے حقوق آپ کے ذمے ہیں، وہ پہلی فرصت میں ادا کر لیں۔ جن پر آپ کے حقوق ہیں، اگر ان میں ادائیگی کی استعداد ہے تو نہایت احسن طریقے سے اپنے حقوق حاصل کیجیے، اگر وہ ادائیگی کی استعداد نہیں رکھتے تو جذبہ خیر سگالی کے تحت انہیں اللہ کی رضا کے خاطر معاف کر دیں۔ کل قیامت کے دن اس عمل کا اللہ کے ہاں لامحدود اجر ہے۔ اپنے ہم سبقوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر تعلقات میں اونچ نیچ اور نشیب و فراز آ گئے ہوں تو انہیں دشمنی کا رنگ دینے کے بجائے عقلمندی اختیار کرتے ہوئے درگزر کا معاملہ کریں۔

دوسری گزارش: خروج فی سبیل اللہ!

تعطیلات میں اپنے اوقات کو قیمتی بنانے کے لیے اللہ کے راستے میں نکلیں۔ جو علوم سال بھر اپنے سینے میں محفوظ کیے ہیں، ان کی روشنی ان لوگوں تک بھی پہنچائیں، جن میں یا تو طلب ہی نہیں یا فرصت نہ ہونے کے باعث علم دین کے حصول سے محروم رہتے ہیں۔ اس کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو القا کردہ 'طریقۂ دعوت و تبلیغ' کے مطابق اللہ کے راستے میں نکل کر دعوت دین میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اگر آپ دعوت و تبلیغ کے علاوہ دوسرے شعبے میں خدمات انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو دنیا بھر میں مختلف محاذوں پر دشمنان اسلام کے ساتھ برسرپیکار مجاہدین کے ساتھ مل کر اعلائے کلمۃ اللہ کے عظیم مقصد کے لیے ان کے دست و بازو بن جائیں۔

تیسری گزارش: مختلف تعلیمی دوروں میں شرکت!

تعطیلات میں مختلف مدارس میں مختلف نوعیت کے دوروں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً دورۂ صرف و نحو، دورۂ منطق، دورۂ اصول فقہ، دورۂ خطاطی، دورۂ ردِ فرق باطلہ، دورۂ رد قادیانیت اور دورہ صحافت وغیرہ۔ ان دوروں کے ذریعے علم میں نکھار اور صلاحیت و استعداد میں ترقی آتی ہے۔ بالخصوص رد فرق باطلہ، رد قادیانیت تو ایسے دورے ہیں، آج کے حالات نے جن کی ضرورت مزید بڑھا دی ہے۔ آئے روز کوئی بدبخت نمودار ہو کر شان رسالت ﷺ اور شعائر اسلام میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں علمی طور پر لوگوں کو ان نازک مسائل کے بارے میں گمراہ کیا جاتا ہے، ان مسائل کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دینے کے باعث طلبا کے پاس کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے بدبختوں کی جرأت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ایک بہت بڑی کمزوری جدید علوم کی طرف توجہ نہ دینا ہے۔ یہ علوم و فنون اتنے مشکل بھی نہیں، جو دینی مدارس کے طلبا کی استعداد و صلاحیت سے باہر ہوں۔ دو مہینوں کی چھٹیوں میں ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ میڈیا آج کل کی بین الاقوامی ضرورت ہے۔ میڈیا کے میدان میں دین اسلام کے خدمت کی جتنی ضرورت آج محسوس کی جا رہی ہے، اس سے پہلے شاید ہی کبھی رہی ہو۔ اس کے برعکس جتنی بے توجہی دینی مدارس کے طلبا اس فن کے ساتھ برتتے ہیں، وہ نہایت ہی دکھ والی بات ہے۔ جو ادارے صحافت کے مبادی و اصول پر مختصر ورکشاپس کا انعقاد کرتے ہیں، دینی مدارس کے طلبا اس جانب معمولی توجہ دے کر کافی فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

چوتھی گزارش: گھروں میں کرنے کے کام!

تعطیلات میں عبادات کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ پنج وقتہ نماز کو باجماعت ادا کرنے کی فکر کی جائے۔ نوافل کا اہتمام کیا جائے۔ رمضان المبارک میں حفاظ کرام تراویح میں قرآن کریم سنانے کی پوری پابندی کریں۔ اپنے علاقے کے علمائے کرام کے ساتھ رابطہ اور تعلق پیدا کر کے اُن کے تجربات سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ ان سے عصر حاضر کے مسائل پر بات کریں۔ اپنے علاقے کے لوگوں کی نفسیات جاننے کی کوشش کریں، تاکہ اگر کل آپ کو اسی علاقے میں خدمت دین کا موقع ملا تو کم از کم آپ اپنے متعلقین کی نفسیات سے آگاہ ہوں۔ جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مشکل حالات میں موقع و محل کے مطابق تدابیر اختیار کر کے آپ مسائل کو بہتر انداز سے حل کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔

مسلم قوم بیدار ہو جائے!

حامد برہان

استعماری قوتوں نے افغانستان پر یلغار کے علاوہ دیگر جرائم کے ساتھ عوام کو اپنے دین سے دور کرنے کے لیے میڈیا، مختلف ریڈیو اسٹیشنز اور سوشل میڈیا میں سرگرم زرخرید لکھاریوں، بے ضمیر صحافیوں اور کرپٹ عناصر کو استعمال کیا ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ان پڑھ لوگوں کے فکری انحراف اور غلط ذہن سازی کے لیے ریڈیو استعمال کیا جارہا ہے۔ بالخصوص جن دیہی علاقوں میں جدید ٹیکنالوجی تک رسائی ممکن نہیں ہے، بھی ریڈیو چینلز اپنی خطرناک سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ صحافیوں نے قلم کی حرمت اور تقدس کا احترام نہیں کیا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے مظلوم عوام کی معصوم امنگوں قلم پھیر کر اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔ کچھ نام نہاد صحافیوں نے ٹی وی چینل سنبھال رکھے ہیں، جہاں وہ جنگ زدہ ملک کے غریب عوام کو گمراہ کرنے اور ہر قسم کی ایذا پہنچانے کے لیے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائے ہوئے ہیں۔

حالانکہ ان صحافیوں کا بنیادی فریضہ قوم کی خدمت اور اس کا دفاع تھا، لیکن انہوں نے نفسانی مفادات کی خاطر دین اسلام کے خوب صورت چہرے پر خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری طرف وہ خود کو اسلام کے تمام قوانین کے پابند بھی سمجھتے ہیں۔ انہیں حملہ آوروں کی جانب سے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ حقائق کو قوم سے چھپا کر رکھیں۔ غیر ملکی حملہ آوروں اور کٹھ پتلی اہل کاروں کی ہلاکتوں کی کم تعداد بتائی جائے یا ان کی ہلاکتوں سے صاف کا انکار کر دیا جائے۔ شہری ہلاکتوں کی ذمہ داری مجاہدین پر ڈالی جائے۔ دنیا کے سامنے مجاہدین کی غلط تصویر پیش کی جائے۔ مسلمانوں کو دہشت گرد، جہاد کو دہشت گردی، قتل وغارت اور لوٹ مار باور کرایا جائے، تاکہ عوام مجاہدین اور جہاد سے دور رہیں۔ علاوہ ازیں فحاشی، غیر قانونی اقدامات اور جرائم کی خبروں کو خوب نشر کیا جائے۔ ان موضوعات پر لکھنا اور فحاشی کے فروغ کے لیے تصاویر شایع کرنا ان کے فرائض میں شامل ہے۔ ضمیر فروش صحافی اغیار کے اشاروں پر اسلامی اقدار اور ملی روایات کو مسلمانوں کے دلوں سے کھرچ کھرچ کر نکال دینا چاہتے ہیں۔ اس کے بدلے انہیں ڈالر ملتے ہیں۔

مسلم امہ کو ایسے اقدامات کی حوصلہ شکنی کے ساتھ ساتھ اس کا سدباب بھی کرنا چاہیے۔ تاکہ فحاشی کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔ اس کے لیے جہاد کا دامن تھام لینا از حد ناگزیر ہے۔ یہ قوم کب جاگ اٹھے گی؟ مسلم معاشرے کے تمام افراد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ مغربی تہذیب کے سدباب کے لیے کردار ادا کرنا ہوگا۔ طاغوتی قوتوں اور ان کے ایجنٹوں کے تمام منصوبوں اور سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے تمام تر وسائل بروئے کار لانا ہوں گے۔ ان کی کسی بھی منصوبہ بندی کے خلاف چوکس رہنا کسی ایک گروہ کی نہیں، بلکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

روسی و امریکی جارحیت میں فرق

ابو محمد رحمانی

امریکی جارحیت کے خلاف مزاحمت اور جہاد کے آغاز سے کچھ افغانیوں کو یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ماضی کی طرح اس جہاد اور قربانی کے بہتر نتائج بھی ضایع ہو جائیں۔ ایک آزاد اسلامی نظام اور پر امن مملکت کی امیدیں مایوسی کا شکار ہو جائیں۔ افغانستان میں جاری جہادی آپریشن بہتر انداز میں سنبھال نہ پانے کی وجہ سے خانہ جنگی میں بدل جائے۔ میرے خیال میں مجاہدین کے باہمی اتحاد و اتفاق اور قائدین کا اخلاص ایسی فکروں سے آزاد کرنے کو کافی ہے۔

روس اور امریکا دو جارح ممالک ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی میں یہ دیگر ممالک میں سب سے آگے ہیں۔ یہ دونوں اپنے عقیدے اور جغرافیائی نکتہ نظر میں بہت مختلف ہیں۔ روس مذہبی طور سے 'دہریہ' ہے۔ وہ کسی آسمانی کتاب یا پیغمبر پر ایمان نہیں رکھتا۔ اپنی طاقت اور ظلم کے ذریعے دیگر ممالک پر اپنے اثر و رسوخ چاہتا ہے۔ مختلف ممالک کو محض اپنی عسکری جارحیت کے ذریعے زیر نگین کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں امریکا خود کو اہل کتاب کہتا ہے۔ وہ پیغمبر اور آسمانی کتابوں کو ماننے والا ہے۔ امریکا مختلف ممالک پر اپنا تسلط جمانے کے لیے عسکری جارحیت کے ساتھ ساتھ دیگر ذرایع بھی استعمال کرتا ہے۔ امریکا نظریاتی یلغار کا بھی سہارا لیتا ہے۔ اسی لیے دیکھنے کو ملتا ہے کہ بہت سے مسلم ممالک فکری اعتبار سے اس کے ہاتھوں مغلوب ہو چکے ہیں۔ اس کی مرضی کا نظام حکومت قائم ہے۔ وہاں کٹھ پتلی طبقہ حاکم ہے۔

فکری جارحیت عسکری جارحیت کے مقابلے میں کم خرچ ہوتی ہے۔ البتہ اس کا مقابلہ طویل منصوبہ بندی کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے۔ مغلوب قومیں عسکری جارحیت کے خلاف کبھی بھی بیدار ہو جاتی ہیں، البتہ جب افکار مغلوب ہو جائیں تو بیداری کا شعور ہی مر جاتا ہے۔ اس حالت میں دوست و دشمن کی تمیز نہیں رہتی۔ لوگ غلامانہ زندگی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ عیاشی اور عریانی کا طوفان دین داری، تہذیب اور حیا کو بہا لے جاتا ہے۔ تب سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سمجھا جانے لگتا ہے۔ روس نے پروپیگنڈے کے ذریعے دنیا کو بے وقوف بنایا تھا۔ وہ ظالمانہ طاقت کے بل بوتے افغانستان کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ ابتداءً افغان عوام نے بہت کسمپرسی کی حالت میں روس کا مقابلہ کیا تھا۔ دنیا نے کچھ عرصہ اس کھیل کا تماشا دیکھتی رہی، کیوں کہ اس کے خیال میں سرخ لشکروں سے فاتحانہ مقابلہ ناممکن ہے۔ جب دنیا نے افغانوں کی بہادری اور قربانی دیکھی تو امریکا سمیت بہت سے عرب ممالک نے اپنے مفاد کی خاطر تعاون کیا۔ مجاہدین کی گروہ در گروہ تقسیم کے باوجود اس ملحد کو شرم ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ علیحدہ افسوس ناک داستان ہے کہ مجاہدین باہمی اختلاف کی وجہ سے ایک آزاد و خود مختاری اسلامی

> **اگرچہ کچھ مطلب پرستوں نے امارت اسلامیہ کی صفوں میں شامل ہو کر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی، مگر وہ پوری دنیا کے سامنے ناکامی سے دوچار ہوگئے۔ امریکا سمیت دنیا بھر کے کافروں نے روس کی شکست سے بہت کچھ سیکھا تھا، مگر انہیں اللہ تعالی کی نصرت حاصل نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ناکام ہوگئے۔ دوسری طرف مجاہدین اپنی کوشش میں دن بدن مضبوط ہو رہے ہیں۔ چوں کہ امارت اسلامیہ کی قیادت علماء، حفاظ، مفتیان کرام، معزز شیوخ اور مخلص مجاہدین کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ایک ہی قیادت کے تحت اسلامی ارشادات کے مطابق اپنی جنگ آگے بڑھا رہے ہیں**

حکومت کا قیام ممکن نہ بنا سکے۔ جس کی وجہ سے افغانستان خانہ جنگی کا شکار ہو کر رہ گیا۔

انہی حالات کے تناظر میں ملا محمد عمر نے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر شر و فساد کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ ابتداءًان کا اتنی بڑی جنگ کا ارادہ نہیں تھا، مگر اسلامی نظام اور امن کے پیاسے عوام نے ان کی خوب پذیرائی کی۔ اور وہ پوری جرأت سے اس تحریک کے شانہ بشانہ کھڑے ہوگئے۔ حتی کہ افغانستان کا 95 فیصد حصہ شریعت کے نور سے منور ہوگیا۔ جب عالمی قوتوں نے محسوس کیا کہ اسلامی نظام کامیاب ہو رہا ہے تو انہوں نے افغانستان کو نشانے پر رکھ لیا۔ جس میں کچھ سابق جہادی رہنماؤں بھی امریکا کے ہمنوا ہوگئے۔ اگرچہ روس نے امریکا کو اپنی تلخ یادوں کے حوالے سے جارحیت نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ جس پر امریکا نے کہا کہ ہم نے روس سے بہت سبق سیکھا ہے۔ ہماری جنگ ذرا مختلف انداز کی ہوگی۔ امریکا نے اپنی پوری طاقت استعمال میں لاکر ہر طرح کے مظالم اور جبر کے پہاڑ توڑے۔ بہت سے بے گناہوں کو القاعدہ اور مجاہدین کے نام پر شہید کیا گیا۔ کئی ایک کو بلاوجہ جیل میں ڈالا گیا۔ جمہوریت کے نام پر افغان عوام پر کرپٹ حکومتیں مسلسل مسلط کی گئیں۔ جس کا نہ قوم کو کوئی فائدہ ہے اور نہ وہ ملکی ترقی کے لیے کارآمد ہیں۔ ترقی کے نام پر اربوں ڈالر حکمرانوں کی جیب میں چلے گئے۔ ملک کے اہم شہر آج بھی چند گھنٹوں کی بارش سے ندی نالوں کا منظر پیش کرنے لگتے ہیں۔

انہی مظالم کو دیکھتے ہوئے عوام نے محسوس کیا کہ مجاہدین کے علاوہ ہمارا خیال رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے انہوں نے ہر طرح سے مجاہدین کی ہمنوائی کا فیصلہ کر لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس معاملے میں کسی اسلامی ملک نے افغانستان کی مدد نہیں کی، الٹا مجاہدین کو نقصان پہنچانے کے لیے بے شمار ہتھکنڈے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ امریکا روس سے بہت کچھ سیکھنے کے باوجود مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ امارت اسلامیہ کا قافلہ اللہ تعالی کی نصرت اور قوم کی مضبوط حمایت سے دن بدن ترقی افزوں ہے۔ اللہ تعالی نے امارت اسلامیہ کی قیادت اور مجاہدین کو اخلاص، تقوی اور جہاد فی سبیل اللہ سے انتہا درجے کی محبت عطا فرمائی ہے۔ پوری کفریہ دنیا کے ساتھ ساتھ کئی اسلامی ممالک بھی امارت اسلامیہ کو پروان چڑھتا نہیں دیکھ سکتے۔ کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا عادلانہ نظام کھڑا ہوگیا تواُن کی عیش و کباب کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالی نے امارت اسلامیہ کی قیادت اور مجاہدین کو صبر بھی اعلی درجے کا نصیب فرمایا ہے۔ امارت اسلامیہ کا کوئی بھی عہدے دار اندرون افغانستان یا بیرون ممالک کہیں پر کسی بنگلے اور کوٹھی کا مالک نہیں ہے۔ اس حقیقت کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے بانی امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کے دنیا بھر کی بہت سی قوتوں نے کوشش کی کہ مجاہدین کو تقسیم کر دیا جائے، مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہے۔ کیوں کہ کسی بھی تحریک کو برباد کرنے کے لیے جن اجتماعی خرابیوں اور نفسانی بیماریوں کی ضرورت ہوتی ہے، امارت اسلامیہ کا دامن ان سے پاک ہے۔

اگرچہ کچھ مطلب پرستوں نے امارت اسلامیہ کی صفوں میں شامل ہو کر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی، مگر وہ پوری دنیا کے سامنے ناکامی سے دوچار ہوگئے۔ امریکا سمیت دنیا بھر کے کافروں نے روس کی شکست سے بہت کچھ سیکھا تھا، مگر انہیں اللہ تعالی کی نصرت حاصل نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ناکام ہوگئے۔ دوسری طرف مجاہدین اپنی کوشش میں دن بدن مضبوط ہو رہے ہیں۔ چوں کہ امارت اسلامیہ کی قیادت علماء، حفاظ، مفتیان کرام، معزز شیوخ اور مخلص مجاہدین کے ہاتھ میں ہے اور وہ ایک ہی قیادت کے تحت اسلامی ارشادات کے مطابق اپنی جنگ آگے بڑھا رہے ہیں۔

یہ وہ خصوصیات ہیں، جو سابقہ مجاہدین میں ناپید تھیں۔ انہی امتیازات کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالی سے امید ہے کہ اس بار ہمارے شہداء کا خون رنگ لائے گا۔ افغانستان آزاد ہوگا۔ ان شاء اللہ

سنگین دشمن کے لیے سنگین گراڈ بن گیا

سید شریف

مارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ہلمند کا سٹریٹجک علاقہ سنگین مکمل طور پر فتح کرڈالا، سنگین ہلمند کا وسیع تر رقبے اور گنجان آبادی والا علاقہ اور شمالی علاقوں کے لیے دروازہ سمجھا جاتا ہے۔ سنگین پر قبضے سے مجاہد کی حاکمیت کا علاقہ مزید وسیع ہوگیا ہے۔ قندہار اور ہلمند کے مختلف علاقوں تک مجاہدین کے آنے جانے کا راستہ کھل گیا اور سنگین کے ہاتھ سے نکلنے کی وجہ سے دشمن مزید محصور، کمزور اور مایوس ہوگیا ہے

۔

گذشتہ عشرے میں جارحیت پسند امریکیوں اور انگریزوں نے کابل انتظامیہ کے مسلح اہلکاروں کے تعاون سے سنگین میں بہت زیادہ اور شدید آپریشن کیے، ہزاروں عام شہریوں کو شہید، زخمی اور قیدی بنایا گیا۔ مگر ہر طرح کی طاقت اور وحشت کے استعمال کے باوجود مجاہدین کو خاموش نہیں کرا سکے۔ سنگین میں طویل خونریز جنگوں میں مجاہدین نے بارہا سنگین کے ضلعی مرکز پر قبضہ کیا مگر پھر چھوڑ دیا۔

ضلع سنگین کے اکثر علاقے مجاہدین کے قبضے میں تھے، ضلعی بازار اور حکومتی تنصیبات کابل انتظامیہ کے پاس تھے، ایک مہینہ قبل مجاہدین نے ضلعی مرکز پر حملوں کا آغاز کیا، حملے کے نتیجے میں ضلعی بازار، ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور درجنوں چیک پوسٹیں فتح ہوگئیں۔ اور ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور پی آر ٹی یعنی ایئر بیس کا محاصرہ کیا گیا۔ کابل انتظامیہ کے تعاون سے جارحیت پسندوں نے علاقے میں شدید بمباری کی، بمباری میں خواتین اور بچوں سمیت بڑی تعداد میں لوگ زخمی یا شہید ہوگئے، گھر اور مساجد ویران ہوگئے، یہاں تک کہ جارحیت پسندوں کی ایک رات کی بمباری میں 39 افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔

جارحیت پسندوں کے وسیع پیمانے پر حملوں کے ساتھ ساتھ مجاہدین نے نہ صرف یہ کہ اپنے مورچے خالی نہیں کیے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دشمن پر اپنے حملے بھی جاری رکھے۔ مجاہدین کی استقامت کے نتیجے میں دشمن اس بات پر مجبور ہوگیا کہ ضلع سنگین کی محصور عمارتوں اور بڑے بیس سے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھاگ جائے۔

دشمن نے فرار ہونے کے بعد ضلعی تنصیبات پر بمباری کی، مگر بمباری کے باوجود دشمن سے رہ جانے والے وسائل اور اسلحہ کو کم نقصان پہنچا اور وسیع پیمانے پر غنیمتیں مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔ الامارہ ویب سائٹ کی رپورٹ کے مطابق مجاہدین نے سنگین میں 29 بکتر بند گاڑیاں، ایک بکتر بند ٹینک، 34 رینجرز گاڑیاں، 1 سراچہ گاڑی، 5 کرولا گاڑیاں، 1 لینڈ کروزر، 8 ٹریکٹرز، 1 بلڈوزر، 2 تیل کے ٹینکرز، 7 بجلی کی مشینیں اور بڑی تعداد میں مختلف اسلحے اور اہم وسائل غنیمت میں مل گئے۔

سنگین کی بڑی جنگوں میں جارحیت پسندوں اور ان کے داخلی ساتھیوں نے افغان عوام کو جانی و مالی بہت زیادہ نقصان پہنچایا، مگر وہ بھی سنگین میں کبھی سکھ کا سانس نہیں لے سکے۔ مجاہدین کے حملوں میں دشمن اور داخلی کٹھ پتلی ایسے مارے گئے کہ سنگین دشت و پہاڑوں میں بھیڑیے اور جانور ان کے گوشت کھا کر سیر ہوگئے۔ ہر جھاڑی اور درخت میں ان کے گوشت کے ٹکڑے لٹکے نظر آئے۔

برطانوی جارحیت پسندوں نے اعتراف کیا کہ سنگین میں 100 سے زیادہ فوجی مارے گئے۔ جارحیت پسندوں کی ہلاکت کا معاملہ بھی سب جانتے ہیں کہ ٹینک بارودی سرنگ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا اور طیارہ گرادیا جاتا مگر وہ اعلان کرتے کہ واقعے

میں صرف ایک فوجی زخمی ہوگیا ہے جو واپس اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا ہے۔ سنگین میں مجاہدین کے شدید حملوں، حیران کن تیکنیکوں نے دشمن کو شدید نفسیاتی اور فزیکلی نقصانات کا شکار کر دیا ہے۔ اسی لیے وہ سنگین کو دوزخ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

سنگین کے حالیہ سقوط کے حوالے سے میڈیا کی بھی بہت سی رپورٹیں شائع کی گئیں۔ مثال کے طور پر سنگین کے حوالے سے واشنگٹن پوسٹ اور وال سٹریٹ جنرل کی فہرست کو اشارہ کیا، وال سٹریٹ جنرل نے لکھا ہے کہ سنگین وہ علاقہ ہے جس میں 2010 میں ناٹو کے 300 فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ مگر گذشتہ سال اس علاقے میں صرف 2 امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ واشنگٹن پوسٹ سنگین کے سقوط کے حوالے سے لکھتا ہے کہ سنگین پر طالبان کے قبضے نے افغان امور کے بہت سے تجزیہ کاروں کو حیران کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ علاقہ جسے ناٹو اور کابل حکومت نے بڑی قیمت پر محفوظ رکھا تھا اسی علاقے کو خالی کرنا قابل تشویش ہے۔ واشنگٹن پوسٹ مزید لکھتاہے دس سال قبل سنگین میں طالبان اور امریکی و برطانوی فوجیوں کے درمیان شدید جنگیں ہوئیں۔ یہ جنگیں 2004 گرما سے 2007 کے موسم بہار تک جاری رہیں۔ امریکی فوجیوں نے سنگین کی جنگ کو کوریا کی جنگ کے مشابہ قرار دیا، اسی طرح برطانوی فوجیوں نے سنگین کی شدید لڑائی کو دوسری عالمی جنگ کے دوران سوویت اتحاد سٹالین گراڈ کی خونریز جنگوں کی طرح قرار دیا اور سنگین کا تذکرہ سنگین گراڈ کے نام سے کرنے لگے۔

سنگین کا سقوط جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے لیے درس عبرت:

جارحیت پسندوں نے کابل انتظامیہ کے ساتھ ملک کے مختلف حصوں میں خصوصا ہلمند میں وسیع پیمانے پر فضائی تعاون کیا، اسلحہ اور رقم دی، سیاسی تعاون کیا، کابل انتظامیہ کی حمایت میں اور مجاہدین کے خلاف حد سے زیادہ پروپیگنڈا کیا، ان کے بے شمار فوجی افغانستان میں درندوں کی خوراک بن گئے، ہمیشہ کے معذور بن گئے، نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوگئے، مگر اپنے ہدف کو حاصل نہ کرسکے۔ مجاہدین اور بھی مضبوط ہوگئے، ان کی مقاومت کا دامن ملک کے طول و عرض میں پھیل گیا ہے اور دن بدن فوجی وسیاسی محاذوں پر ترقی کر رہا ہے۔

کابل انتظامیہ نے اپنے لوگوں کو مارنے، قیدی بنانے، گھروں کو گرانے اور بے دینی پھیلانے کے لیے جارحیت پسندوں کے ساتھ مخلصانہ دوستی کی، اپنے ہی لوگوں کے گھروں کی آنگن میں آدھی رات کو آدھمکے، خواتین اور بچوں کے سامنے گھر کے افراد کو سیاہ ٹوپیاں پہنائی گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور بہت فخر سے دہشت گرد {مجاہد} کے نام سے جارحیت پسندوں کے حوالے کیا۔ بگرام اور دیگر مقامات پر جارحیت پسندوں کی جانب سے قرآن کریم کو جلانے اور گولیوں سے چھلنی کر دینے کے واقعات پیش آئے۔ مگر انجام یہ نکلا کہ جارحیت پسند آقا مسلسل افغانستان سے فرار ہو رہے ہیں اور اپنے مشکل وقت کے ساتھیوں کو اپنے ملک کے عارضی ویزے بھی نہیں دے رہے۔ آخر جارحیت پسندوں کی چاکری کرنے والے دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کے رہے اور نہ گھاٹ کے۔ اللہ تعالی ایسی حالت سے ہمیں بچائے۔ آمین

حقیقت یہ ہے کہ عوام نے امارت اسلامیہ کی قیادت میں جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے خلاف عوامی بغاوت کی ہے۔ جارح قوتیں جتنی بھی فوج بھیجدیں اور جارحتی پسند جتنا بھی ان کا تعاون کریں آخر کار اللہ تعالی کی نصرت سے شکست انہیں کا مقدر رہے۔ کوئی بھی قوت آج تک عوامی بغاوت کو خاموش نہیں کرا سکی جتنی بھی وحشت کا مظاہرہ کریں آخر شکست انہیں کا مقدر ہو گی جارحیت پسند اور کٹھ پتلیوں کو چاہیے کہ وہ سنگین کی فتح سے عبرت حاصل کریں، کابل امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے لیے خالی کر دیں تاکہ مجاہد عوام کی امیدوں اور ارمانوں کے مطابق ایک خالص، ترقی پذیر اور مضبوط اسلامی نظام کا قیام ممکن ہو سکے۔

سنگین سے جارحیت پسند امریکی اور برطانوی فوجیوں اور کابل انتظامیہ کے فرار نے دشمن اور بھی ذلیل اور شرمندہ کر دیا ہے۔ اسی لیے دشمن میڈیا پر مجاہدین کو کمزور باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا، دشمن بہت حماقت سے دو انگلیوں سے سورج کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر دشمن کی شکست اور مجاہدین کی قوت ایسی ظاہر ہوگئی کہ اب دشمن بھی اس کا اعتراف کر رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سنگین کا سقوط جارح دشمن اور کابل کے لیے ایسا کاری وار ہے جس کی درد کی کراہنے کی آواز بہت دیر تک سنی جائے گی۔

برما میں انسانیت سوز مظالم پر دنیا کی مجرمانہ خاموشی

شہید زوئی

برما میں بدھ مت حکومت اور عوام نے ہمیشہ یہ موقف اختیار کیا ہے کہ برما میں مقیم روہنگیا قبیلہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان برما کے باشندے نہیں بلکہ بنگلہ دیش سے نقل مکانی کر کے آئے ہیں اس لئے بہر صورت برما سے بے دخل کرنا ہو گا۔

برما میں گزشتہ سات دہائیوں سے حکومت اور عوام مل کر برمی مسلمانوں کی نسل کشی کے لئے نہتے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، مسلمانوں کے گھروں، مساجد اور مدارس کو مسمار کرنا اور جلانا، ان کی زمین کو غصب کرنا، فصلات پر قبضہ کرنا، لوٹ مار کرنا، ان کے ساتھ بدسلوکی کرنا، معمولی باتوں پر انہیں قتل کرنا، حراست میں لینا، عورتوں کی عصمت دری کرنا، انہیں ہراساں کرنا اور حکومت کی جانب سے ان پر پابندی لگانا اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور فوجی آپریشن میں تو مسلمانوں کا سرعام قتل عام ہونا معمولی بات ہے۔

اس ملک میں نہتے اور مظلوم مسلمانوں کے خلاف 1948 سے اب تک 13 فوجی آپریشن ہو چکے ہیں، سب سے پہلے 1948 میں مسلمانوں کے خلاف B.T.F کے نام سے فوجی آپریشن کیا گیا جس میں تیس ہزار سے زائد مسلمانوں کو بدھ مت حکومت کی فوج نے قتل کیا۔

اس کے بعد جب بھی فوجی آپریشن ہوا ہے اس میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا گیا ہے۔

گزشتہ سال برما کی فوج نے اعلان کیا کہ مسلمانوں میں مسلح افراد گھس گئے ہیں جن کے خلاف کارروائی ناگزیر ہو چکی ہے اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے حکومت کی جانب سے مسلمانوں کو قتل کرنے، ہراساں کرنے، حراست میں لینے اور ان پر بہیمانہ تشدد کرنے کا غیر اعلانیہ سلسلہ ہنوز بھی جاری ہے، چار ماہ قبل حکومت نے اعلان کیا کہ برما کے صوبہ اراکان کے شمال میں مقیم مسلمانوں کے درمیان مسلح افراد موجود ہیں جن کے خلاف فوجی آپریشن کیا جائے گا اس آپریشن کے دوران مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا گیا اور ان پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے اور اب آپریشن کے خاتمے کا اعلان کیا۔

برما میں مسلمانوں کے قتل عام کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن سن 2012 میں بدھ مت حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف انتقامی کاروائی کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اور آج تک جاری ہے اس کو مسلمانوں کی نسل کشی کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ بلاجواز مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، پورے ملک میں بالخصوص صوبہ اراکان میں مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنادی گئی ہے اور انہیں چین سے رہنے نہیں دیا جارہا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف فوجی کا حالیہ آپریشن اسی سلسلے کی کڑی ہے، چار ماہ قبل فوج نے صوبہ اراکان کے شمال میں مقیم مسلمانوں کے خلاف فوجی آپریشن شروع کیا اور جواز یہ بنایا کہ یہاں پر دہشت گرد چھپے ہوئے ہیں۔ اس آپریشن میں سینکڑوں مسلمانوں کو قتل اور 73 ہزار خاندانوں کو بنگلہ دیش کی جانب نقل مکانی پر مجبور کیا گیا۔

بنگلہ دیش میں برمی پناہ گزینوں کے سروے کرنے اور ان کی مشکلات معلوم کرنے کے بعد اقوام متحدہ نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ برما کی فوج نے سنگین انسانی جرائم کا ارتکاب کیا ہے اور دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کے نام پر بڑی تعداد میں نوجوانوں کو قتل کیا گیا ہے اور خواتین کو اجتماعی طور پر جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

برما میں مسلمانوں پر تشدد کا جائزہ لینے والے اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسانی حقوق کے وفد کے سربراہ [ینگ ہی لی] نے کہا ہے کہ ہماری بھرپور کوششوں کے باوجود برما کی حکومت نے ہمیں صوبہ اراکان جانے اور وہاں پر فوجی آپریشن کا جائزہ لینے کی اجازت نہیں دی، تاہم سٹلائٹ کے ذریعے حاصل کی گئی تصاویر اور بنگلہ دیش میں پناہ گزینوں کے ساتھ انٹرویو کی معلومات کی بنیاد پر یہ ثابت ہوا کہ

برما کی فوج نے مسلح افراد کے خلاف کارروائی کے نام پر سنگین انسانی جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے ادارے سے مطالبہ کریں گے کہ وہ برما میں انسانی جرائم کے ارتکاب کے خلاف آواز اٹھائیں اور وہاں ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دیں تاکہ وہ مزید تحقیقات کرکے اصل حقائق کو سامنے لائیں۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ میں جن حقائق کا ذکر کیا گیا ہے برما کی حکومت اس سے انکار نہیں کر سکتی اس لئے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی غرض سے تحقیقات کے لئے حکومتی سطح پر ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے کا اعلان کیا۔

مظلوم مسلمانوں پر اتنے مظالم ڈھائے گئے اور ان کے ساتھ ناانصافی کی گئی کہ جس کے خلاف فرانس کے پوپ نے بھی آواز اٹھائی اور کہا ہے کہ روہنگیا کے مسلمانوں کو اس لئے قتل کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور انہیں اس کی سزا دی جارہی ہے۔

اس کے علاوہ انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی روہنگیا مسلمانوں کے خلاف فوجی آپریشن کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ موجودہ فوجی آپریشن میں بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا ہے، حراست میں لیا گیا ہے، ان کی عورتوں کا جنسی استحصال کیا گیا ہے اور کئی مکانات تباہ کر دیئے گئے ہیں۔

آپریشن کے متاثرین بنگلہ دیش کے شہر "کوکس" پہنچ گئے ہیں جو مختلف مسائل سے دوچار ہیں۔

یہ بنگلہ دیش کا سرسبز اور سیاحتی علاقہ ہے جو صوبہ اراکان کے قریب واقع ہے ،برما کے مسلمانوں کی اکثریت قریبی ممالک نقل مکانی کر چکی ہے لیکن ان میں سے اکثر بنگلہ دیش میں پناہ لے چکے ہیں، اس ملک میں پہلے ہی سے 23 ہزار پناہ گزین اور تارکین وطن آباد ہیں جن میں اکثریت "کوکس" شہر کے قریب کیمپوں میں بدترین صورتحال سے دوچار ہیں، انہیں کیمپوں سے باہر ملک کے کسی شہر جانے کی اجازت نہیں ہے، بنگلہ دیش کی حکومت نے انتظامیہ اور سیکورٹی ایجنسیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ملک کے کسی شہر میں بھی تارکین وطن کو رہائش اختیار کرنے کا موقع نہ دیں۔

ان کیمپوں میں پناہ گزین زندگی کی تمام سہولیات سے محروم ہیں انہیں اقوام متحدہ کی جانب سے دی جانے والی امداد اور خوراک کے علاوہ انہیں کسی چیز تک رسائی حاصل نہیں ہے، وہ صرف اس بات پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ وہ اور ان کی عزت محفوظ ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کے بارے میں بنگلہ دیش حکومت کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔

بنگلہ دیش حکومت نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ برما کے تمام جلاوطن مہاجرین کو بنگال کی خلیج [تھینگر چار] نامی جزیرہ منتقل کرے، یہ جزیرہ "کوکس" شہر سے 9 گھنٹے کے فاصلے پر میگھنا سمندر کے قریب واقع ہے، یہ جزیرہ انسانوں سے خالی اور انسانی زندگی کے لئے نامناسب ہے جہاں زلزلے اور سیلاب کے خطرات ہمیشہ برقرار رہتے ہیں، بنگلہ دیش کی حکومت نے ساحل کے قریبی اضلاع کے سرکاری حکام پر مشتمل ایک ٹیم تشکیل دیکر اس کو حکم دیا ہے کہ وہ کوکس اور دیگر علاقوں میں رجسٹرڈ اور غیر رجسٹرڈ تمام مہاجرین کو ٹھسینگر چار جزیرہ منتقل کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرے۔2015 میں بنگلہ دیش کی حکومت نے پناہ گزین کو وہاں منتقل کرنے کا اعلان کیا تھا اگرچہ مہاجرین کے رہنماؤں اور اقوام متحدہ کے ادارے نے بنگلہ دیش حکومت سے کئی بار مطالبہ کیا ہے کہ وہ تارکین وطن کو وہاں منتقل کرنے کی منصوبہ بندی ترک کردے کیونکہ یہ جزیرے انسانی زندگی گزارنے کا قابل نہیں ہے لیکن بنگلہ دیش حکومت نے ان کا مطالبہ مسترد کرکے اپنی پالیسی کو جاری رکھنے پر عمل پیرا ہے۔

اے ایف پی نیوز ایجنسی کو بنگلہ دیش کے ایک اہلکار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ بارش کے وقت اس جزیرہ پر سیلاب آتا ہے اس لئے اس جزیرے میں پناہ گزینوں کی بستیاں قائم کرنا بہت ہی خطرناک امر ہے۔

ان خدشات کے جواب میں بنگلہ دیش حکومت نے کہا ہے کہ اس جزیرے میں حکومت کی جانب سے لاکھوں پودے لگانے کے بعد اب سیلاب کا خطرہ ٹل گیا ہے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ حکومت کا یہ موقف نہایت کمزور ہے کیونکہ اس سال شجرکاری مہم کے تحت لگائے گئے چھوٹے پودے ہرگز سیلاب کا راستہ نہیں روک سکتے، سیلاب کا راستہ روکنے کے لئے یہ پودے کم از کم دس سال بعد کام آئیں گے۔

اس کے علاوہ یہ جزیرہ سمندری چوروں کا خفیہ ٹھکانہ بھی ہے لہذا نہتے اور کمزور مہاجرین کے لئے ان چوروں کا خطرہ سیلاب سے کم نہیں ہے۔

حالیہ دنوں میں اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان کی سربراہی میں تین رکنی وفد نے تارکین وطن کی مشکلات اور مسائل معلوم کرنے کے لئے کوکس شہر کا دورہ کیا، وفد نے برما میں مہاجرین ہر ڈھائے گئے مظالم سے بھی آگاہی

حاصل کی اور ٹھینگر چار جزیرہ میں تارکین وطن کو پناہ دینے کے ریاستی پلان سے بھی انہیں آگاہ کیا لیکن اقوام متحدہ نے اب تک بنگلہ دیش حکومت سے اس بارے میں مطالبہ نہیں کیا ہے۔

روہنگیا کے مسلمانوں کو اس بات پر تشویش ہے کہ بنگلہ دیش کی حکومت انہیں اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دینے پر رضامند نہیں ہے، حکومت ہر حال میں انہیں اپنے ملک سے بدر کرنے اور انہیں جزیدہ منتقل کر کے ان کا قتل عام چاہتی ہے، یہ مظلوم مسلمان یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ کیا کریں؟

انہوں نے مجبور ہو کر موت کے اس جزیرے میں رہائش اختیار کرنے کے بجائے بدھ مت حکومت کے مظالم سہنے کو ترجیح دی ہے اور واپس صوبہ اراکان جانے کے لئے تیار ہیں، میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے ان لوگوں کا کہنا تھا کہ گزشتہ ماہ تقریباً 5 ہزار خاندان واپس صوبہ اراکان جا چکے ہیں۔

روہنگیا کے مسلمانوں کے حقوق کا دفاع کرنے والے حافظ نور احمد نے کہا ہے کہ برما واپس لوٹنے والے مسلمانوں کو شدید خطرات درپیش ہیں، برما کی حکومت واپس لوٹنے مسلمانوں کو بنگلہ دیش حکومت کے لئے جاسوسی کرنے یا مجاہدین کے ساتھ تعلق قائم کے الزامات لگا کر انہیں حراست میں لیا جاتا ہے پھر ان کا جیلوں سے واپس زندہ آنا ناممکن ہے، اس جزیدہ میں رہائش اختیار کرنا اور سمندر کے طوفان کا مقابلہ کرنے جیسے مسائل اور مشکلات کے پیش نظر انہوں نے واپس بدھ مت حکومت کے مظالم سہنے کا فیصلہ کیا۔

حالیہ واقعات کے بارے میں اقوام متحدہ کے ادارے کی رپورٹ کے مطابق 10 اکتوبر 2016 کو برما فوج کی جانب سے (ایریا کلیرنس آپریشن)) شروع کیا اور چار ماہ تک جاری رہا اس دوران اپنی جان اور عزت کے تحفظ کی خاطر 73 ہزار مسلمان روہنگیا چھوڑ کر ہمسایہ بنگلہ دیش ہجرت کر گئے جبکہ فوج، پولیس اور مسلح افراد کی جانب سے سینکڑوں مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا ہے، مسلمانوں کے خلاف اس آپریشن میں مجسموں نے بھی حصہ لیا، رپورٹ کے مطابق لوگوں کے قتل عام کے علاوہ خواتین پر جنسی تشدد کے واقعات بھی سامنے آئے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق 5 فوجی افسروں نے ایک عورت پر جنسی تشدد کیا اور اس کا اٹھ سالہ چھوٹا بچہ قتل کیا اس کے علاوہ چھ سال سے کم عمر 3 بچوں کو تیز دھار آلہ سے ذبح کیا گیا۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسانی کے سربراہ زید بن رعد الحسین نے جب مسلمانوں پر برمی فوج کے مظالم اور بربریت کی دلخراش داستان سن کر جذباتی ہو گئے اور کہا کہ نفرت کی انتہا ہے ماں کی گود سے شیر خوار بچہ اٹھا کر اس کے سامنے ذبح کیا جاتا ہے اور اس پر پھر جنسی حملہ کیا جاتا ہے۔

برما میں مسلمانوں پر حال ہی میں اس وقت بھی مظالم ڈھائے جا رہے ہیں کہ وہاں امن کا تمغہ حاصل کرنے والی خاتون آنگ سان سوچی حکمران ہیں جنہوں نے ملک میں جمہوریت کے فروغ اور امریت کے خلاف جدوجہد کی ہے اور انہیں ہیرو سمجھا جاتا ہے، انہوں نے فوجی امریت کے دوران 15 برس تک جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں لیکن اب ان کے حکم پر فوج معصوم لوگوں کو اسلام کے جرم کی پاداش میں قتل کر رہی ہے، قیام امن، جمہوریت اور انسانی حقوق کے لئے ان کی کوششوں کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟

دلچسپ امر یہ ہے کہ 2015 میں اقتدار تک پہنچنے والی آنگ سان سوچی سے جب مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم کے بارے میں سوال کیا جائے تو وہ جواب دینے سے گریز کرتی ہیں۔

مسلمان جب اپنے ملک اور جان ومالی کے تحفظ کے لئے میدان میں نکلتے ہیں تو انہیں دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے لیکن برما میں مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ چار دہائیوں سے جاری ہے لیکن اس پر دنیا خاموش ہے اور ماگ کے نام سے ایک دہشت گرد تنظیم فعال ہے اور ہزاروں لوگوں کو اپنے ملک میں قتل کر دیا ہے وحشت اور بربریت کا سلسلہ جاری ہے لیکن اس کو دہشت گرد تنظیم قرار دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے اور نہ ہی اس کو شدت پسند قرار دیتے ہیں اور نہ ہی اس کے مظالم کو دہشت گردی سمجھی جاتی ہے۔

امریکہ، یورپی یونین، نیٹو اور سلامتی کونسل کہاں ہیں؟ انہیں برما میں بربریشت اور ظلم کیوں نظر نہیں آرہے؟ دہشت گردی کے خلاف ان کی جدوجہد کہاں ہے؟ انسانیت کے حقوق کے علمبردار کہاں ہیں؟ برما کے وحشی بدھ مت دہشت گرد کیوں نہیں ہیں؟

مغربی دنیا کا دہرا معیار سب کے سامنے ہے، اقوام متحدہ کا کردار بھی واضح ہو چکا ہے مسلمانوں کو اس امر پر سوچنا چاہیے اور اپنے مستقبل کا تعین خود کرنا ہو گا۔

برما کی وحشت پر امریکہ، یورپی یونین اور انسانی حقوق کی تنظیمیں سب خاموش ہیں جو اسلام دشمنی کا واضح ثبوت ہے، مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانا ان کا خواب ہے، دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے، برما میں مسلمانوں کے قتل عام در اصل ان کی امنگوں کی تکمیل ہے اس لئے انہوں نے اس بربریت پر مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے تاہم اسلامی دنیا کی خاموشی سمجھ سے بالاتر ہے، اس کی ہم کیا تعبیر کریں؟

امارت اسلامیہ کی 21ویں سالگرہ

شاہد غزنیوال

21 سال قبل افغانستان کے 1500 علمائے کرام، مشائخ عظام اور کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کے بانیوں نے ایک بڑے اجتماع میں 'تحریک اسلامی طالبان' کے مؤسس ملا محمد عمر مجاہد کو امیر المؤمنین کے لقب سے سر ابراہِ امت منتخب کیا تھا۔ یہ دن افغانستان میں تاریخی حوالے سے انتہائی اہم ہے۔ اس روز شریعت کے گم گشتہ نعمتِ عظمیٰ 'امارت اسلامیہ' کا احیاء ہوا تھا۔ جس سے مسلمانوں کو دوبارہ امارت اسلامیہ اور امیر المؤمنین کے بابرکت اصطلاحات سننے اور دیکھنے کو ملیں۔ اسی سے افغانستان میں حکومت کا طرز و طریقہ امارت اسلامیہ کے شرعی تقاضوں کے عین مطابق بنایا گیا۔ 1926 میں کمال اتاترک کے ہاتھوں ترکی میں خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد پوری دنیا میں مسلمانوں کے پاس اسلامی خلافت یا اسلامی امارت کے نام سے ایسی کوئی قوت نہیں تھی، جس کے سائے میں مسلمان جمع ہو سکیں۔ وہ پوری آزادی و خود مختاری سے اسلامی شعائر کا نفاذ کر سکیں۔ کیوں کہ عالمِ اسلام سمیت دنیا بھر کا امن و امان اسلام کے جن اہم احکام (شرعی حدود) کے ساتھ جُڑا ہوا ہے، اُن کا قیام و نفاذ امارت و خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔

روسی جارحیت کے خلاف افغان مسلمانوں کے ڈیڑھ ملین شہداء کی قربانیوں کا مقصد افغانستان میں اسلامی نظام کا قیام تھا، جس میں اسلام کے تمام احکامات کا احیاء ہو سکے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد خود بھی اس جہادی قافلے کے 'منزل آشنا مسافر' تھے۔ انہوں نے بھی دیگر تمام مجاہدین کے ساتھ ساتھ اس راہ میں بہت تکالیف اٹھائی ہیں۔ انہوں نے جہادی محاذوں پر اپنا خون پیش کیا ہے۔ باوجود یہ کہ اقتدار پرست عناصر نے شہداء کی قربانیوں سے شدید بے وفائی کی ہے۔ ناجائز تنظیمی جھگڑوں کو کھڑا کر کے افغان عوام کی قربانیوں کی بے احترامی کی ہے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نے عوام کی شرعی امنگوں کو پورا کرنے کے لیے اپنا تن من دھن اس راہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ امارت اسلامیہ کا نفاذ ایک بڑا کارنامہ تھا، جو امیر المؤمنین کے مضبوط ارادے سے انجام پا سکا۔ اس کارنامے کی برکت سے مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی سلسلے کی جو کڑی تاریخ کے مختلف حصوں میں جارحیت پسندوں کی جارحیت کے باعث ہاتھوں سے نکل گئی تھی، وہ پھر سے مل گئی۔ سالوں بعد ایک بار پھر افغانستان میں حاکمیت اعلی کا مرجع کتاب اللہ اور سنت الرسول بن گیا۔ اس نظام کے تمام فیصلے قرآن و حدیث کی روشنی میں ہونے لگے۔

آج امیر المؤمنین کے ہاتھوں قائم امارت کی اکیسویں سالگرہ ہم ایسے حال میں منا رہے ہیں کہ افغانستان پر امریکی جارحیت مسلط ہے۔ سرفروش مجاہدین جارحیت کے خاتمے، افغانستان کی آزادی اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے جہادی فریضے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے اس راہ میں اپنی قیمتی جوانیاں اس لیے قربان کی ہیں، تاکہ مسلمانوں کو جارحیت سے پاک اور امارت اسلامیہ کے مؤسس امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد اور تمام شہداء کے ارمانوں کے مطابق اسلامی نظام سے آراستہ افغانستان دیا جا سکے۔

اخلاق سے متعلق نبوی ہدایات

ملا محمود

اخلاق کا لفظ بظاہر نہایت مختصر ہے، لیکن اس لفظ کی وسعت اور گہرائی نہایت ہی حیران کن ہے۔ اگر کہا جائے یہ لفظ زندگی کے تمام شعبہ جات کو محیط ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف احادیث مبارکہ میں اپنی بعثت کا مقصد ہی اخلاق کی درستی بتایا ہے۔ قرآن مجید میں 'تزکیہ' کا لفظ کئی مواقع پر آیا ہے۔ اس کا یہی مقصد ہے کہ بندگان خدا کا تزکیہ کر کے انہیں مکمل انسان بنائیں۔ حسن اخلاق کسی مخصوص طبقے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہ حکم تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے لیے یکساں ہے۔ دین کے جملہ شعبوں سے وابستہ افراد کے لیے اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ مجاہد کے اخلاق دیکھ کر ہی عوام جہاد سے متعلق رائے قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح دینی مدارس سے وابستہ علماء اور طلبا کا رویہ دیکھ کر مدارس پر اچھے اور برے ہونے کا لیبل چسپاں کرتے ہیں۔ دین دار طبقے سمیت خصوصاً مجاہدین کو اپنے اخلاق سنوارنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اس کے لیے ضروری طور پر سیرت مبارکہ سے رہنمائی لیتے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے کردار و سنت کی مکمل تابع داری کی جائے۔

ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت درج ہے کہ "مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ صاحبِ ایمان بندہ اچھے اخلاق سے رات بھر نفل پڑھنے اور ہمیشہ دن کو روزہ رکھنے والوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔" اس حدیث شریف سے بلند اخلاقی اقدار کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اچھے اخلاق والے فرد کو معاشرے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں انسان کے اچھے ہونے کا معیار یہ بتلایا گیا ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ اسی طرح مؤطا امام مالکؒ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرماتے ہوئے آخری وصیت یہ کی تھی کہ 'عوام کے لیے اپنے اخلاق کو بہترین بناؤ۔' جس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم اور محکوم دونوں کے لیے اچھے اخلاق یکساں ضروری ہیں، بلکہ حاکم کے لیے زیادہ ضروری ہیں۔ کیوں کہ حاکم کے ساتھ بندگان خدا کے حقوق وابستہ ہیں۔ حاکم کی معمولی سی لغزش میں بھی بد اخلاقی کا رنگ پڑ سکتا ہے۔ رحم دلی اور معافی کا حسن اخلاق کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔

یوں کہنا چاہیے کہ رحم دلی اور معافی ایک با اخلاق شخص ہی کی صفات ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! مَیں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ نے کوئی جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار فرمائی۔ جب سائل نے دوبارہ وہی سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: 'ہر روز ستر مرتبہ معاف کیا کرو۔' عموماً عربی زبان میں ستر کا عدد میں تحدید کے لیے نہیں، بلکہ زیادہ تعداد بتانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خادم بہت زیادہ غلطیاں بھی کرے تو معاف کر دو۔ حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ غلطی کو معاف کرنا ایسا کام نہیں ہے، جس کے لیے حد مقرر کی جائے، بلکہ حسن اخلاق اور رحم کا تقاضا یہ ہے کہ بالفرض خادم دن میں ستر دفعہ غلطی کرے، تب بھی معاف کر دو۔

آج کل تہذیب و تمدن کا مدعی یورپ انسانیت کے دعوے کرتا ہے۔ وہ اس حوالے سے اسلام اور مسلمانوں پر مختلف قسم کی بھپتیاں کستا ہے کہ مسلمان انسانی حقوق پامال کر رہے ہیں۔ پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ مسلمانوں نے اپنے کھلے دشمنوں کے ساتھ بھی بد اخلاقی کی ہو۔ غزوہ بدر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ تمام کتبِ تاریخ میں یہ حقیقت واشگاف الفاظ میں لکھی ہوئی ہے کہ جب بدر کے قیدی مدینہ طیبہ پہنچائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کر دیا کہ ان کے کھانے پینے کی فکر کی جائے۔ اُن سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ صحابہ کرام خود کھجور پر گزارا کیا کرتے قیدیوں کو رواج کا کھانا مہیا کیا کرتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابو عزیز بھی ان قیدیوں میں تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھے جس انصاری کے سپرد کیا گیا تھا، جب وہ کھانا لاتے تو میرے سامنے روٹی رکھتے اور خود کھجور پر گزارہ کرتے۔

یہ بلند اخلاقی اقدار رسول ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ ابو سفیان جیسے بہادر شخص انہی اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین اخلاق والا بنا دے۔ آمین

بیت المال کے چور

بت شکن

میڈیا میں مغربی ممالک کی طرف سے افغانستان کے ساتھ تعاون کی شہ سرخیاں چھپتی رہتی ہیں۔ 'بون، لندن، ٹوکیو، بروکسل' اور کبھی دیگر ترقی یافتہ ممالک میں افغانستان کے ساتھ مالی اور فوجی تعاون کے موضوع پر کانفرنسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ جن میں کئی ممالک افغانستان کے ساتھ تعاون کے اعلانات کرتے ہیں۔ انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو کسی ایک سڑک اور کچھ تعمیرات کے علاوہ افغانستان کے مفاد میں اقتصادی اور صنعتی ترقی کے لیے ایک بھی قابل ذکر پروجیکٹ سامنے نہیں آیا۔ صنعت و زراعت کے میدان میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا گیا۔ کوئی ایسی فیکٹری بنائی گئی ہے، افغانستان جس سے فائدہ اٹھا کر دوسرے ممالک کی خیرات سے ہاتھ کھینچ لے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ افغانستان پچھلی چار دہائیوں کی طرح آج بھی کشکول لیے کبھی ایک تو کبھی دوسرے ملک سے خیرات مانگ رہا ہے۔ بہترین ملازمت کی خاطر آج بھی کئی نوجوان افغانستان سے باہر جاتے ہیں۔ کبھی سمندروں اور دریاؤں میں ڈوب کر مر جاتے ہیں تو کبھی ایران، ترکی، یونان یا کسی اور ملک میں پولیس کے ہاتھوں ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔

میڈیا افغانستان کو ایک ایسی صورت میں پیش کرتا ہے، جو ہمہ جہت ترقی یافتہ ہو۔ یہاں کارخانے اور صنعتی کمپنیاں فعال ہوں۔ زراعت و دیگر پیشے 'ظاہر شاہ' کے زمانے سے بھی زیادہ محفوظ اور جدید خطوط پر استوار ہوں۔ افغان حکام کا کہنا ہے کہ روس کی مدد کے ذریعے بجلی اور پانی کے معاملے میں بہتری لائی جانی چاہیے تھی۔ صنعتی شعبے میں دیگر منصوبے امیدوں کے مطابق تعمیر نہیں کیے گئے۔ امریکی آمد کے بعد یہی توقع ظاہر کی جا رہی تھی کہ اُنھی منصوبوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ دیگر کئی شعبوں میں بھی تعمیر و ترقی کے سلسلے کو فعال کیا جائے گا۔ کیوں کہ امریکی آمد کا مقصد ہی تعمیرِ نو اور خوش حال و مستحکم افغانستان بتایا جاتا تھا۔ تاحال ترقی کے کوئی آثار نہیں دکھائی دیتے۔ افغانستان کے اضلاع اور مرکز میں بجلی کا نظام اسی طرح ناقص ہے، جس طرح پہلے تھا۔ دیہات میں تو سرے سے بجلی ہی نہیں ہے۔ جب کہ شہروں کے لیے پڑوسی ممالک سے چندہ لے کر بجلی خرید کر ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ اسی طرح غلہ جات بھی پڑوس ہی سے درآمد کیے جاتے ہیں۔ جب حال ہی میں پاکستان کی طرف سے افغانستان کی سرحد بند کی گئی تھی تو اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں آدھی سے بھی زیادہ ہو گئی تھیں۔ دس روپے کی چیز بیس اور بیس کی چالیس میں فروخت ہونے لگی تھی۔ امریکی ڈالر کی موجودگی میں بھی افغانستان کا یہ حال ہے کہ لوگ اب بھی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

دوسری طرف ایوان صدر میں بیٹھے عناصر اور فوجی سربراہ غیر ملکیوں اور این جی اوز کے دلالوں کے ساتھ بیٹھ کر عیش و عیاشی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد یورپ کی نقالی سمجھ رکھا ہے۔ ہر سال دبئی، پیرس اور لندن تفریح کے لیے جاتے ہیں۔ وہ اس عیش و نشاط میں اتنے مست ہیں کہ انہیں ملک و ملت کی فکر ہے اور نہ ہی اپنے دین متین کی عزت کا پاس ہے۔ وہ دوہری شہریت لیے ہوئے ہیں۔ دونوں ہی ملکوں کے حقوق سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارۂ آبرو کو دیکھ کر ان کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ وہ پہلے سے ہی اپنے ملک کے عوام کے قتل و غارت کے اتنے عادی ہیں کہ اسے بُرا تصور ہی نہیں کرتے۔ کسی کے دل میں عصبیت اور قومیت کی آگ جل رہی ہے اور کسی کے دل میں علاقائی تقسیم در تقسیم کی چنگاریاں شعلہ جوالہ بننے کو ہیں۔ کوئی وطن کے ناموس سے کھیل رہا ہے تو کوئی دین فروشی میں مصروف ہے۔

یہ حقائق امریکی تجزیہ کاروں کے بیان کردہ ہیں۔ جب کہ افغانستان کی ترقی کے لیے مختص رقم ترقی و استحکام کے منصوبوں پر خرچ نہیں ہو رہی۔ 'سیگار' کا سربراہ یہ ساری رقم ہڑپ کر کے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ بین الاقوامی میڈیا کے مطابق سیگار کے سربراہ جان سوپکو نے حال ہی میں شمالی کوریا کی 'یوک' یونیورسٹی میں ایک خطاب کے دوران بتایا ہے کہ 'امریکی حکام نے تعمیر و ترقی کے لیے مختص فنڈ کی چوری کے لیے مختلف پلان تیار کر رکھے ہیں، جن کے نتیجے میں بہت سی رقم ان کی جیبوں کی نذر ہو جاتی ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ امریکی ریاست 'شمالی کیرولینا' میں مقیم امریکی افواج اور معاہدین سے تحقیقات کے دوران 27 اعشاریہ 7 ملین ڈالر کی چوری کا انکشاف ہوا ہے۔ یہ انکشاف ایسے وقت میں سامنے آیا ہے کہ ایک امریکی ویب سائٹ 'سٹار اینڈ سٹرلیس' نے چوری کے اس معمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ چار امریکی فوجیوں نے جعلی سرٹیفکیٹ کے ذریعے فوج سے تیل حاصل کر کے بازار میں اونے پونے بیچ دیا تھا۔ ان فوجیوں نے اس طرح دس ملین سے بھی زیادہ رقم کا گھپلہ کیا ہے۔ مذکورہ ویب سائٹ نے چوری کا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ خصوصی فوج کے دو اہل کاروں نے بھرپور کوشش کے ذریعے ایک تعمیراتی پروجیکٹ سے دو لاکھ پندرہ ہزار روپے چوری کیے ہیں۔ امریکی تجزیہ کاروں کی تحقیق کے نتیجے میں وہ چوری شدہ تمام رقم افغانستان کی امداد کے نام پر آئی تھی۔ جس کی مقدار 117 بلین ڈالر کے لگ بھگ ہے۔

سیگار کے سربراہ جان سوپکو کہتے ہیں کہ ایک چھوٹے ملک میں ہماری بے دریغ دولت نے اسے دنیا کا خراب ترین ملک بنا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اب تک امریکا نے افغان فوج پر 70 بلین ڈالر سے زیادہ خرچ کیا ہے، لیکن وہ اب تک اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ جان سوپکو کہتے ہیں کہ افغان فوج نے گزشتہ سال مجاہدین کے مقابلے میں صرف 'چوہا مارنے کی ایک ٹریننگ' میں گزار دیا ہے۔ یہ ایک ایسا کھیل ہے، جس میں کھلاڑی ایک صندوق کے سامنے کلہاڑا ہاتھ میں لیے ایک مصنوعی چوہے کا انتظار کرتا ہے۔ جیسے ہی وہ نکلتا ہے، وہ اس پر کلہاڑی کا وار کر دیتا ہے۔

سیگار سربراہ کے مطابق انہوں نے افغانستان کے بیس سفر کیے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فساد کی جڑ ملکی ادارے اور غیر ملکی افواج ہیں۔ موصوف امریکی افواج کی سرعام چوری کے واقعات کے ساتھ ساتھ افغان فوج کو بھی فساد کی جڑ قرار دیتے ہیں۔ اُن کے ناقابل تردید شواہد کے مطابق افغان فورسز مجاہدین کو اسلحہ بیچتی ہیں۔ انہوں نے ملکی فوج کے زیر اثر علاقوں میں 'خیالی فوج' کے مسئلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہزاروں فوجی عملی میدان موجود ہی نہیں ہیں، لیکن ان کی تنخواہیں وصول ہو رہی ہیں۔ یہ سب رقم فوجی سربراہوں کی جیبوں میں جا رہی ہے۔ امریکی فوج نے افغانستان کے فنڈ سے 27 اعشاریہ 7 ملین ڈالر چوری کیے ہیں۔ چوری کی دیگر رپورٹس 117 بلین ڈالر کا تخمینہ بتاتی ہیں۔ سیگار کی جاری کردہ رپورٹس اس کا کھلا ثبوت ہیں۔ افغانستان کی ترقی کے لیے آنے والی رقم امریکی فوج نے چوری کی ہے، تاکہ وہ افغانستان کی ترقی پر خرچ نہ ہو سکے۔ جب وہ افغانستان کی تعمیرِ نو کے بلند و بانگ دعوے صرف اس لیے کرتے ہیں، تاکہ دنیا کو دکھایا جا سکے کہ ہم بھی افغانستان میں تخریبی عمل سے سخت نالاں ہیں۔ ہم اس ملک کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتے ہیں۔

امریکا صرف اس مقصد کے لیے آیا ہے، تاکہ دریائے آمو کے اس پار ممالک کو بھی کنٹرول کر سکے۔ وہ اس مقصد کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ افغانستان کے غم میں پریشان ہیں اور نہ ہی انہیں اس ملک کے مستقبل سے کوئی غرض ہے۔ اسی لیے وہ افغانستان کی ترقی کے لیے اپنے وسائل بروئے کار نہیں لانا چاہتے۔ اُن کا مقصد یہ ہے کہ یہاں کی معدنیات پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہاں کی خوش حالی کو بربادی سے بدل دیا جائے۔

سنگین کی فتح پر مغربی میڈیا کے تبصرے

حبیب مجاہد

ہجری شمسی تقویم کے سال 1396 کے پہلے مہینے کی تین تاریخ کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ ہلمند کا سب سے اہم ضلع 'سنگین' کمال بہادری سے اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ امریکی اور اس کی کٹھ پتلی افغان فوج کو ضلع سنگین میں بہت نقصانات اٹھانا پڑے تھے۔ اس نے ضلع سنگین سے پسپا ہوتے ہوئے 'سنگین بازار' کو بمباری کر کے مسمار کر دیا۔ فوج کا یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ اس کا دوبارہ اس ضلع میں آنے کا امکان نہیں ہے۔ سنگین کے سقوط سے جو صدمہ کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو پہنچا ہے، اس سے کہیں زیادہ دکھ لندن اور واشنگٹن کو محسوس ہوا ہے۔ کیوں کہ سنگین وہ ضلع ہے، جہاں امریکی و غیر ملکی افواج کو سخت جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑے تھے۔ غاصب افواج کی اس ضلع کے ساتھ تلخ یادیں وابستہ ہیں۔ اب جب کہ امریکی و برطانوی فوج کے خونیں ہتھکنڈوں سے آشنا یہ علاقہ مجاہدین کے قدموں کا بوسہ لے رہا ہے تو یقیناً حملہ آوروں کے لیے سب سے زیادہ بری خبر یہ ہو۔ سنگین کی فتح کے بعد برطانیہ کے سب سے مشہور روزنامہ ٹیلی گراف نے لکھا:

"مجاہدین سقوطِ کابل کے سولہ سال بعد پہلی مرتبہ افغانستان کے بڑے شہروں پر قبضہ جما رہے ہیں۔ روزنامہ نے سنگین کی طرف مجاہدین کی دوبارہ آمد کو ایک مثال قرار دیا ہے۔ جب کہ یہی وہ ضلع ہے، جس کے تحفظ کے لیے 100 برطانوی فوجیوں نے اپنی جان قربان کر دی تھی۔ البتہ اب یہ ضلع مجاہدین کے ہاتھ میں ہے۔ اگرچہ سنگین کے مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہونے کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ نہ تھا۔ یہاں ہمیشہ حکومتی رٹ کمزور رہی تھی۔ اب یہ ضلع افغانستان کے مرکز اور مغربی ممالک کے لیے دروازے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مفتوحہ ضلع کی اسٹریٹیجک اہمیت کی وجہ سے ٹیلی گراف نے اسے امارت کی فتح کے لیے نقطہ آغاز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اب مجاہدین کے ہاتھوں لشکر گاہ کی فتح کوئی بڑی خبر نہیں ہے۔ جب کہ سنگین کے سقوط سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ حکومت دور افتادہ علاقوں کا تحفظ نہیں کر سکتی، بلکہ وہ اضلاع بھی نہیں سنبھال سکتی، جن کی اسٹریٹیجک اور اقتصادی اہمیت ہے۔

بی بی سی ضلع سنگین کے حوالے سے اپنے دکھ پر قابو نہیں پا سکا۔ اس کی انگریزی ویب سائٹ پر ضلع سنگین کے حوالے سے ایک طویل مضمون شایع کیا گیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ 'سنگین افغان جنگ کو کنٹرول کرنے کا سب سے اہم اور فیصلہ کن اہمیت کا حامل ضلع ہے۔ افغانستان کے کم و بیش چار سو اضلاع میں سے امریکی اور برطانوی افواج نے سب سے زیادہ جانی نقصان ضلع سنگین میں ہی اٹھایا ہے۔ بالخصوص برطانوی افواج نے سنگین میں شدید نقصانات کا سامنا کیا ہے۔ مجاہدین کے ہاتھوں سنگین کی فتح اس بات کا ثبوت ہے کہ رواں سال جنگی معرکے پہلے کی نسبت زیادہ ہوں گے۔ کیوں کہ مجاہدین نے ایسے پلان بنا رکھے ہیں، جن کے ذریعے سنگین جیسے اہم ضلع پر فاتحانہ کنٹرول مزید مستحکم ہو سکے۔

گزشتہ پندرہ سالوں میں مجاہدین نے زیادہ علاقے حال ہی میں اپنے کنٹرول میں لیے ہیں۔ ان حالات میں سنگین کے ہاتھوں سے نکل جانے سے مذاکرات کی وہ کوششیں بارآور ثابت نہیں ہو سکتیں، جن کے لیے امریکا اور اشرف غنی کی قیادت میں کابل انتظامیہ سرگرم ہے۔ اسی طرح امریکی روزنامہ وال اسٹریٹ کے ایک صحافی نے بھی سنگین کی فتح پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجاہدین نے بہار کی آمد سے قبل ہی سنگین پر حملہ کر کے افغان حکومت کو دباؤ میں لے لیا ہے۔ سنگین میں نیٹو افواج کو سب سے زیادہ نقصان 2010 میں پہنچا، جس میں ہلاک فوجیوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی تھی۔ پچھلے ایک سال میں امریکا کی خصوصی فوج دو جنرل ہلاک تھے۔ روزنامہ نے مزید لکھا ہے کہ رواں سال امریکی فوج نے افغان فورسز کے تیس ہزار خیالی اہل کاروں کو لسٹ سے باہر کر دیا ہے، جس کی زیادہ تعداد ہلمند میں ہے۔ خیالی فوج سے مراد وہ اہل کار ہیں، جو تنخواہ کے کاغذات میں تو ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں اُن کی کہیں وجود نہیں ہوتا۔ ان تیس ہزار کاغذی فوجیوں کے نام پر لاکھوں روپے بٹورے جا رہے تھے۔ روزنامہ وال سٹریٹ نے لکھا ہے کہ امریکی فوج کو تین سال قبل ہلمند سے نکالا گیا تھا، لیکن وہ ایک سال کی مدت میں دوبارہ چلی گئی۔ جب کہ واشنگٹن پوسٹ نے لکھا ہے کہ سنگین کے سقوط نے افغانستان میں بے شمار مبصرین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ افغان ملی اردو کے پیشہ ور جنرل اور فوجی امور کے ماہر عتیق اللہ امر خیل نے اخبار کے ساتھ گفتگو میں کہا ہے کہ حیرت انگیز طور پر ضلع سنگین پر دوبارہ کنٹرول قائم کرنے کے لیے گزشتہ تمام نقصانات کے باوجود یہ ضلع ایک بار پھر مجاہدین کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سنگین کا چھوٹے سے چھوٹا علاقہ بھی مخالفین کے لیے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ واشنگٹن پوسٹ نے مزید لکھا ہے کہ دس سال قبل اس ضلع میں مجاہدین اور امریکی و برطانوی افواج کے درمیان شدید لڑائی ہوئی تھی۔ ان لڑائیوں نے 2006 سے 2007 کے موسم بہار تک طول پکڑا تھا۔ جس کے اختتام کے لیے بین الاقوامی فوج کو مداخلت کرنا پڑی تھی، تاکہ مجاہدین یہاں سے پسپا ہو جائیں۔

واشنگٹن پوسٹ نے لکھا ہے کہ تب نیٹو افواج نے اس جنگ کو کوریا کی جنگ سے تشبیہ دی تھی۔ برطانوی فوج نے اس غیر معمولی جنگ کو دوسری عالمی جنگ کے خاص نکتے سویت یونین کے 'اسٹالین گریڈ' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے 'سنگین گریڈ' کا نام دیا تھا۔ البتہ ان غیر معمولی نقصانات کے بعد بھی یہ علاقہ ایک بار پھر مجاہدین کے ہاتھ میں ہے۔ مغربی میڈیا کے تبصروں اور تجزیوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ضلع سنگین غاصب افواج کے لیے اندازے سے بھی زیادہ اسٹریٹیجک اہمیت کا حامل ہے۔ اب جب کہ یہ ایک بار پھر امارت اسلامیہ کے زیر نگین آ چکا ہے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ غاصب افواج کی ناکامی کے دن گنے جا چکے ہیں۔

دنیا پھر عالمی جنگ کے دہانے پر

شہید زوئی

رواں سال 2017 میں 7 اپریل کو امریکا نے شام کے شہر حمص کے قریب الشعیرا نامی علاقہ کے ائیرپورٹ پر 59 ٹاہاک نامی میزائل داغے، جس کے نتیجے میں آزاد میڈیا کی جانب سے شائع کے گیے رپورٹس کے مطابق ایران اور شام کے ائیرپورٹ کے 73 بڑے صاحب منصب مارے گیے۔

بشارالاسد ادارے کا کہنا ہے کہ امریکہ کے مذکورہ حملے میں ان کے چھ افراد مارے گیے اس کے علاوہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا، لیکن شام کے دفاعی ادارے حکومت کی اس رپورٹ کو مسترد کرتے ہیں، ان کا دعوی ہے کہ جانی نقصان اس سے کہیں زیادہ ہے۔ الجزیرہ ٹی وی کی شایع کردہ رپورٹ کے مطابق امریکہ کی جانب سے ٹام ہاک میزائل داغے جانے کے بعد الشعیرات کے ہوائی اڈے سے نکلے ہوئے تھے۔ اسی طرح طیارے کے لیے روس کی جانب سے ایک نیے تجربے کے طور پر ہوائی راستہ بھی سودمند ثابت ہورہا ہے اور جدید ترقی یافتہ وسائل درمیان سے غائب ہوگیے جو روس نے مذکورہ ہوائی اڈے میں جدید ٹیکنالوجی کے طور پر نصب کیے تھے۔ تجزیہ نگاروں کے بقول حمص کے جنوب میں واقع الشعیرات کے ائیرپورٹ میں شام اور ایران کے جنگی طیاروں کے ساتھ ساتھ روسی جنگی طیارے بھی وجود رکھتے ہیں۔ اس طور پر مذکورہ ائیرپورٹ سے ایران اور شام کے طیاروں کے ساتھ ساتھ روسی طیارے بھی پرواز کرتے ہیں جو شامی حکومت کے مخالفین کے زیر اثر علاقوں (ادلب، حماۃ اور حمص) پر بمباری کرتے ہیں۔

جب امریکہ کی جانب سے مذکورہ ائیرپورٹ کو حملے کا نشانہ بنایا جاتا تو اسی وقت ایرانی اور شامی پائلٹ کے ساتھ ساتھ روسی پائلٹ بھی موجود ہوتے تھے جس کی وجہ سے وہ بھی حملے کی زد میں آکر زخمی یا ہلاک ہوجاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ روس نے ستمبر 2016 میں اس ائیرپورٹ کے لیے کئی طیارے بھیج دیئے تھے جو اسی ائیرپورٹ سے اڑ کر شامی حکومت کے مخالفین کے ٹھکانوں کو نشانہ بناتے تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں یکے بعد دیگرے سیاسی اور عسکری میدان میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوں گی کہ بہت سارے تجزیہ نگاروں کو اپنے تجزیوں اور تبصروں میں احتیاط کرنا پڑے گی اور بہت ساری پیش گوئیوں سے انکار کرنا پڑے گا۔

آج سے آٹھ سال قبل امریکی صدارتی انتخابات کے لیے جب اوباما نے خود کو نامزد کیا تو انتخابی کمپین کے دوران عراق سے فوجی انخلاء کا اعلان بڑے شدومد سے کرتے رہے، جب وہ پہلی مرتبہ امریکی صدر منتخب ہوگیے تو کہا جاتا تھا کہ عراق سے فوجی انخلاء ان کی اولین ترجیحات میں سے ہے۔ اوباما کے دعؤوں کے پیش نظر بہت سارے تجزیہ نگاروں کا کہنا تھا کہ اوباما کے جیت جانے کے بعد ایک سال کے اندر ہی عراق سے امریکی افواج نکالی جائیں گی۔ لیکن جس طرح امید ظاہر کیا جارہا تھا اس کے بالکل برعکس ہوا، اوباما کے دومرتبہ صدارت پر فائز ہوئے لیکن عراق سے امریکی افواج نہیں نکلی اور آٹھ سال بعد جب اوباما دوسری مرتبہ دور صدارت ختم کرکے وائٹ ہاؤس سے نکل رہے تھے تو عراق میں امریکی افواج جنگ میں مصروف تھیں اور اس کے شہروں پر امریکی افواج کی جانب سے بھاری بم برسائے جارہے تھے۔ اسی طرح اوباما نے اپنے دوراقتدار کے آخری دوسالوں میں مشرق وسطی سے روگردانی اور جنوب مشرقی ایشیا کو اپنی توجہات کا مرکز بنالیا تھا، اس طرح اوباما اور ان کے دفاعی ادارے ببانگ دہل یہ کہتے کہ اب مشرق وسطی ایشیا کے ساتھ امریکہ کے زیادہ مفاد وابستہ نہیں ہیں۔

مبصرین بڑے شد و مد کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے کہ امریکہ اب مشرق وسطیٰ کے ممالک سے ناطہ توڑنا چاہتا ہے اور اس کی علامت امریکہ میں تیل کی پیدائش، جنگوں سے امریکی عوام کی بے زاری اور ایران و امریکہ کی بڑھتی قربتیں تھیں۔ ایک عام تاثر بھی یہی تھا کہ امریکہ وسط ایشیائی ممالک سے ناطے توڑنا چاہتی ہے لیکن ایسا کرنے کی ان میں سکت نہیں ہے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا تھا کہ بش کی سربراہی میں جمہوریت پسند ادروں نے امریکہ کو مشرق وسطیٰ میں پھنسادیا اور اس کے بعد جمہوری اداروں نے امریکہ کو اس دلدل سے نکالنے کے لیے کافی تگ و دو کیے لیکن وہ ناکام رہے۔ اوباما نے ٹرمپ کو امریکہ کی باگ ڈور ایسی حالت میں دی کہ وہ افغانستان کے علاوہ عراق، شام اور لیبیا میں کلی طور پر اور یمن میں جزئی طور پر پھنس گیا ہے۔ یہی فکر عام تھی، لیکن شام پر امریکہ کی حالیہ حملے سے اس کی تردید ہوگئی، اسی کے ساتھ اس امید نے بھی دم توڑ دیا کہ امریکہ اب توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے جنگوں کی پالیسی پر نظر ثانی کرے گی، عالمی دنیا کے ساتھ بہتر تعلقات کے قیام کے لیے مشرق وسطیٰ ممالک سے نکل کر اپنے داخلی مسائل کے حل کے لیے سنجیدہ غور و فکر اور ملکی ترقی پر توجہ دے گی۔ اس میں اب کوئی شک نہ رہا کہ شام میں بشار الاسد حکومت کا خاتمہ امریکہ کی ترجیحات نہیں ہیں بلکہ امریکہ کے اور بھی بہت سارے اہداف و مقاصد ہیں۔ حالیہ اقدامات کو اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو یہی نظر آتا ہے کہ امریکہ کا ہدف مشرق وسطیٰ کے کمزور ممالک کو تحلیل کرنا، چھوٹے اور کمزور ممالک کو میدان میں اتار کر ان میں سے نسبتا کمزوروں پر اپنا قبضہ جمانا اور یہاں اپنے قدم مضبوط کرنا وسط ایشیائی ممالک میں اپنی دائمی موجودگی برقرار رکھنا۔

دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ یہ امریکہ کا پرانا چال ہے، سویت یونین کے سقوط کے بعد عراق پر حملہ اور روسی استعمار سے آزاد اسلامی ممالک میں فوجی اڈے بنانے سے اس عمل کا آغاز کیا گیا، اور اپنی توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے افغانستان اور عراق پر یکے بعد دیگرے حملے کیے۔

سچ تو یہ ہے سویت یونین کے سقوط کے بعد ہر حوالے سے امریکا کو بہادر تسلیم کیا جارہا تھا اور اس مادی دنیا میں وہ بہت بڑی طاقت تھی بھی، لیکن بدقسمتی ان کی یہ ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی حرص نے ان کو افغانستان پر حملے کی صورت میں پھنسادیا۔ یہاں مادی وسائل کے بل بوتے پر کمزور افغانوں کے ساتھ الجھ کر پھنس گیے اور جب یہ بے نتیجہ جنگ پندرہ اور سولہ برس سے بھی زیادہ عرصے تک طول پکڑ گیا تو عالمی سطح پر امریکہ کا وہ مقام ملیامیٹ ہوگیا جو ان کی غرور و نخوت کی بدولت قائم ہوگیا تھا۔

پوری دنیا پر حاکمیت اور قبضے کے خواب چکنا چور ہوگئے، دنیا پر قائم ان کا رعب جاتا رہا اور یہ سوچ بھی دم توڑ گیا کہ امریکہ ناقابل شکست قوت ہے۔ امریکہ کا شکست خوردہ چہرہ اب مسلسل دنیا کے سامنے عیاں ہوتا جارہا ہے۔

افغانستان ویسے بھی استعمار اور عالمی قوتوں کے لیے قبرستان کی مانند ہے اور یہاں ہر قوت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوا ہے، اگر امریکہ افغانستان میں شکست کھا بھی جائے تو یہ عالمی قوتوں کے لیے کوئی اچھنبے کی بات نہیں اور نہ ہی امریکا کے لیے کسی عار اور شرم کی بات ہے۔ امریکہ کے لیے سب سے زیادہ تشویش ناک بات یہ ہے کہ ان کی حیثیت کو عالمی سطح پر بالعموم اور اسلامی دنیا میں بالخصوص ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا۔ اسی کے ساتھ امریکی انتہائی ظالم و جابر اور حریص قوم بھی ہے، ان کی دیرینہ خواہش ہے کہ پوری دنیا پر ان کی حکومت ہو کوئی ملک ایسا نہ ہو جو ان کے اشارہ آبرو کے خلاف بات بھی کرسکے۔

جس طرح اوپر بیان کیا گیا کہ تقریبا 25 سال قبل افغانستان میں روس کی تاریخی شکست، سویت یونین کی تقسیم اور کمیونسٹ بلاک آخری ہچکیوں کے دن دنیا میں صورتحال ایسی تھی کہ امریکی دبدبہ کے آگے کسی کو کھڑے ہونے کی ہمت نہیں تھی، لیکن آج وہ صورتحال نہیں ہے، امریکہ اپنے مقام سے کہیں نیچے کی سطح پر آگیا ہے۔ امریکی ایک طرف متکبر جبکہ دوسری طرف ضدی بھی واقع ہوئے ہیں، دنیا کے سامنے اپنی ریاستوں کی ناگفتہ بہ صورتحال کا اعتراف نہ کرنا ان کی ضد

اور ہٹ دھرمی کی واضح دلیل ہے، وہ دنیا کے سامنے اپنی کمزوری کا اظہار بھی نہیں کرتے۔ ایسا بھی نہیں کہ انہیں کسی چیز کا علم نہیں، وہ بچے نہیں ہیں۔ انہیں سب کچھ کا بخوبی علم ہے، اپنی موجودہ صورتحال سے بھی اچھی طرح آگاہ ہیں، امریکی حکام کی ناکام پالیسیوں کی بدولت انہیں جس صورتحال کا سامنا ہے اس پر انہیں تشویش بھی ہے۔ یوکرائن پر روسی حملے اور کریمیا کے قبضے کے دوران انہوں نے جو شکست کھائی وہ امریکہ کبھی نہیں بھولے گا۔

ایسے میں ٹرمپ کا انتخاب کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ موجودہ حالات میں امریکیوں کے لیے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی جو بین الاقوامی قوتوں کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑے ہونے کی جرات کر سکتا ہو اور وہ امریکہ کو اپنے پرانے مقام پر لا کھڑا کرے۔

ٹرمپ اسی نعرے کے ساتھ آئے تھے کہ ہم امریکہ کی کھوئی ہوئی عظمت واپس دلادیں گے اور ہم ایک بار پھر امریکا کو عظیم بنائیں گے۔ یہ نعرہ نہ صرف یہ کہ امریکیوں کی دلی تمنا تھی بلکہ ان کے نزدیک وقت کی ضرورت بھی تھا، اسی لیے امریکیوں نے اخلاص کے ساتھ انہیں رائے دی اور کامیاب کرایا۔ ٹرمپ انتخابی کمپائن کے دوران یہ بات کہتے رہے کہ امریکا کی خارجہ پالیسی اتنی ناکام ہے کہ وہ دنیا کے لیے کسی مضحکہ سے کم نہیں ہے۔ امریکہ کے ان عزائم سے روس آگاہ ہے اسی لیے امریکہ کے مقابلے کے لیے وہ میدان میں نکلا ہے اور میدان بھی شام کو منتخب کیا ہے۔

روس بھی 25 سال قبل کا کمزور روس نہیں ہے، وہ آج ایک بار پھر خود کو سرد جنگ کے زمانے کی حالت پر ایک قطب سمجھتا ہے، مشرق وسطی اور وسط ایشیا میں امریکہ کی اس حیثیت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے جس حیثیت کی امریکا دعویدار ہے۔ اسی لیے شام میں امریکہ کے مدمقابل کھڑا نظر آرہا ہے۔ اسی امید پر شام میں فوجی مداخلت کی ہے کہ امریکہ کو شام سے آگے جانے نہ دیں اور شام ہی میں ان کے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ہو۔ اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ سرد جنگ کے دوران یورپ میں نیٹو کے قیام کے وقت روس امریکی افواج کے محاصرے میں تھا، حقیقت یہ ہے کہ وہ فوجی محاصرہ اب نہ رہا لیکن روس کے ساتھ ایک اور بڑے خطرے کا اندیشہ لاحق ہوا ہے۔ روس کے پڑوسی ممالک میں سے جو مسلمان جہاد کی غرض سے شام گیے تھے ان میں سے بہت بڑی تعداد واپس اپنے ممالک آچکی ہے یا آنے کا رادہ رکھتے ہیں، تاکہ وہ دھیرے دھیرے منظم ہو کر علاقے میں روسی اہداف کو نشانہ بنائے۔ روس کو اس حوالے سے کافی تشویش ہے اور ان کا کہنا ہے کہ ان کی سرحدات تک مسلمان جنگجوؤں کو لانا امریکہ کی کارستانی ہے۔

امریکا پر اس نوع کے الزامات کئی مرتبہ میڈیا میں زیر بحث رہے ہیں، روس نے عالمی برادری اور بالخصوص علاقائی ممالک کی توجہات اس طرف مبذول کرائی ہیں، 2015 میں ترکی میں "جی 20" ممالک کے کانفرنس میں روس نے اس حوالے سے شواہد بھی فراہم کیے۔ اس معاملے میں امریکہ کا ہاتھ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حد تک ہے؟ یہ الگ موضوع ہے لیکن یہ تو یقینی ہے کہ یہی صورتحال نیٹو کی صورت میں روس کے لیے کافی حد تک امید افزاء ہے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ داعش جیسی تنظیموں کی پرورش کرنا اور پھر انہیں قوت بہم پہنچانے سے امریکہ کے دونوں اہداف پورے ہوں گے۔ اسلامی دنیا میں داخلی صورتحال خراب اور جنگیں جنم لیں گی، جبکہ دوسری طرف روس کے گرد بھی گیرا تنگ ہو جائے گا۔ روس کا خیال ہے کہ امریکہ ایک بار پھر 25 سال پہلے کے پوزیشن پر آنا چاہتا ہے، اور روس کو اپنے ہی ملک تک محدود رکھ کر انہیں بین الاقوامی مسائل میں امریکہ کے سامنے کھڑے ہونے کی جرات سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے انہیں امریکہ کے ان ارادوں اور عزائم پر سخت تشویش ہے اور امریکہ کے مدمقابل کے ساتھ امداد کے لیے پینگیں بڑھا رہا ہے۔ ایران جیسے کٹر امریکہ مخالف ملک بھی اس صورتحال میں روس کے ساتھ کھڑا ہے اور پاکستان، ترکی اور مصر جیسے پکے امریکی اتحادی بھی روس کے ساتھ تعلقات بہتر بنا رہے ہیں اور مختلف مواقع پر روس کے ساتھ معاہدے کئیے ہیں۔

روس چین جیسی مضبوط اقتصادی قوت کے ساتھ بھی قریب ہوگیا ہے اور دونوں ممالک "برکس" کے نام سے ایک بینک بھی بنانے کا رادہ رکھتے ہیں جو مستقبل میں آئی ایم ایف کی جگہ لے گی۔

یہ بینک دنیا کے غریب اور ترقی پذیر ممالک کو آسان شرائط پر سود دے گا۔روس کی یہ بھی کوشش ہے کہ اس بینک کے ذریعے ڈالر کی وہ حیثیت برقرار نہ رہے۔امریکا کی یہ حیثیت بھی ڈالرہی کی مرہون منت ہے۔تقریباپوری دنیامیں تجارت ڈالرہی کے ذریعے ہوتی ہے اسی وجہ سے پوری دنیاکے اقتصادیات پر امریکہ کا قبضہ ہے۔ڈالر کی حیثیت ختم کرنا امریکہ کی حیثیت ختم کرنے کے مترادف ہے اسی لیے امریکہ اس کی حیثیت گرانے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہے۔ ان حالات میں امریکہ کے لیے صرف فوجی طاقت ہی رہ جاتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ اپنی پرانی حیثیت برقرار رکھنا چاہتی ہے۔

کئی امریکی صحافیوں نے امریکہ کے فوجی اقدامات سے متعلق لکھا ہے کہ علامات اور شواہد سے ظاہر ہے کہ امریکہ شمالی کوریا میں روس اور چین کے مقابلے میں نیے فوجی اقدامات کرے گا۔امریکہ بیک وقت روس اور چین کے خلاف فوجی اقدامات کی متحمل نہیں ہوسکتی،امریکہ کی کوشش ہوگی کہ روس اور چین میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ ملاکر دوسرے پر حملہ آور ہوں۔ اوراس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ امریکہ مدمقابل میں سے کسی ایک کواپنے ساتھ ملانے میں یدطولیٰ رکھتا ہے، عالمی تجزیہ نگاروں کے مطابق " امریکہ کے حالیہ اقدامات سے ظاہر ہے کہ مستقبل قریب میں دنیامیں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ شواہد یہ بتارہے ہیں کہ 7 اپریل کوامریکہ کی جانب سے شام پر حملہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ امریکہ فوجی اقدامات کے ذریعے روس اور چین جیسی قوتوں کی فوجی طاقت چیلنج کرتا ہے اور یہ وہ قوتیں ہیں جو امریکہ کے ساتھ مقابلے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں۔ اس صورتحال میں امریکہ ہر قسم کی خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہے،شام پر حالیہ حملہ اس سلسلے کی ابتدا ہے اور مستقبل میں بھی اس جیسے حملے قوی امکانات رکھتے ہیں۔

باوثوق ذرائع کا کہنا ہے کہ شام پر ممکنہ امریکی حملے کے لیے مشرق وسطی 35 ہزار فوجی بھیجے گیے ہیں، اس کے باجود بحیرہ روم کے مشرق میں ایک اور امریکی بحری بیڑہ یوایس میساروی اس وقت بحراحمر میں ہے،اور خلیج میں پہلے سے امریکی بحری بیڑے ایچ ڈبلیو بش موجودہیں، ان سب سے امریکہ ممکنہ طور پر شام پر حملہ کرے گا۔ اسی کے ساتھ شام پر حملے کے لیے وہ ترک کے انجرلیک ائیرپورٹ سے بھی فائدہ اٹھائے، ترکی کے علاوہ اردن،کویت اور شمالی عراق میں واقع فوجی ائیربیس سے بھی کام لے سکتے ہیں۔

پچھلے کچھ عرصے سے روس کی مسلسل یہ کوشش رہی ہے کہ وہ شام اور دیگر متعلقہ علاقوں میں امریکی اہداف کے سامنے بند باندھے،یہی وجہ ہے کہ انہوں نے شامی حکومت کی دفاع کے لیے اس علاقے میں فوجی اڈے قائم کیے ہیں اور شامی حکومت کے مخالفین پر بے دریغ بمباری کرکے بشارالاسد کی حکومت کادفاع کیاہے۔ یہ یقینی ہے جب بھی امریکہ شام پر حملہ کرے گی روسی اسلحہ اور تنصیبات کو ضرور نقصان پہنچے گا، جس کے ردعمل میں روس بھی کارروائی کرسکتاہے۔ میڈیاکی جانب سے شائع شدہ رپورٹس میں کہاگیاہے کہ جدید ٹیکنالوجی سے لیس ایڈمرل گریگوچ نامی سمندری جنگی بیڑے جو بحیرہ اسود سے روانہ ہوکر بحراحمر پہنچ گیے،یہ وہی بیڑے ہیں جو گذشتہ سال روس کی جانب سے کارروائی میں حصہ لیاتھا۔ امکان ظاہر کیاجارہاہے کہ شام میں امریکہ اور وس کی فوجی مداخلت سے ایک خونریز جنگ چھڑ سکتی ہے جو دنیاکے دیگر ممالک میں بھی منتقل ہوسکتی ہے۔ اگر یہ جنگ شروع ہوئی توتمام عالمی جنگوں سے زیادہ خوفناک ہوگی اس کے اثرات عالمی دنیاپر بالعموم اور اسلامی دنیاپر بالخصوص پڑیں گے۔

اور روس و امریکہ پر بھی اس جنگ کے تباہ کن نتائج پڑیں گے۔اسی لیے کہاجاتاہے کہ دونوں ممالک شاید افہام وتفہیم کے ساتھ مسائل حل کرنے کی کوئی راہ نکال کر بڑے پیمانے پر تباہ کن نتائج سے بچاجاسکیں، لیکن امریکہ کے مشہور سیاستدان اور سابق وزیرخارجہ ہنری کسنجر کاکہناہے کہ یہ جنگ ضرور ہوگی اور جنگ طبل بج چکاہے کسی اگر سنائی نہیں دیتاتووہ یقینابہراہوگا۔

افغانستان کی حمیت

ملا محمود

تاریخ بہت کئی اقوام کی داستانیں پیش کرتی ہے، جو کسی دوسروں پر حملہ آور ہو کر ان کی عزت وناموس کو برباد کرتی ہیں۔ ظالم قوموں کے ہاتھوں جبر سہنے والے مظلوم ومقہور اگرچہ مغلوب ہی دکھائی دیتے ہیں، لیکن خدائی قانون کے تحت فتح وکامرانی اِنہی ستم زدوں کی ہوتی ہے۔ اگر اُٹھ کھڑے ہوں تو یہی لوگ انقلاب کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔ افغانستان ہمارے سامنے ہے۔ وقتاً فوقتاً کئی غاصب قوتوں نے اس خطے پر ہلہ بول کر اس کی عزت وناموس کو مجروح کیا ہے۔ عالمی افق پر جو قوت بھی نمودار ہوتی ہے، وہ افغانستان پر زور آزمائی اپنا فرض سمجھتی ہے۔

سویت یونین نے بیسویں صدی کے اواخر میں تقریباً نو سال یہاں اپنی جابر افواج کے ذریعے من مانی کرتے ہوئے یہاں کی روایات وثقافت کو کافی نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد خانہ جنگی اور زور آزمائیوں نے الگ تماشا لگا رکھا تھا۔ اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی امریکا کی قیادت میں نیٹو نے نام نہاد انسانی حقوق اور دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر افغانستان میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ امریکا نے دعوی کیا تھا کہ تین مہینے میں پورے افغانستان پر قبضہ کر کے یہاں سے دہشت گردی کا خاتمہ کر دیں گے۔ وہ بھول گیا تھا کہ افغانستان کا خمیر ہی غیرت وحمیت سے بنا ہے۔ یہاں کے باشندے اپنی مٹی پر غیروں کی دراندازی قبول نہیں کرتے۔ پچھلے سولہ سالوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات، مشرقی روایات اور افغان ملت کی تابناک تاریخ پر کسی طرح سودے بازی نہیں کرتے۔ آج امریکا سمیت نیٹو کو آج اپنی عزت کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی عزت بچانے کے لیے کبھی مذاکرات کا ڈھونگ رچاتے ہیں، کبھی گڈ اور بیڈ طالبان کی خود ساختہ اصطلاحات کا سہارا لیتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ عارضی ہے۔ تاریخ میں جو حقائق رقم ہونے جا رہے ہیں، وہ اس کے سوا ہیں۔ تاریخ اپنے دامن میں وہی چیز محفوظ کرتی ہے، جو حق اور سچ ہو۔ ورنہ کتنے بادشاہ اور امراء گزرے ہیں، جن کے نام سے ہی عوام کانپ جاتے تھے۔ تاریخ نے انہیں یکسر مسترد کر دیا ہے۔ انہیں اپنے دامن میں جگہ نہیں دی۔ جب نو سال بعد روس کو اپنی شکست کا احساس ہوا تو وہ یہاں سے چلا گیا تھا۔ اب امریکا کے لیے بھی یہی راستہ بچا ہے۔ وہ اپنی واضح شکست کا اعتراف کرے اور اپنا بوریا بستر گول کر کے چلا جائے۔ اسی میں اس کی عافیت ہے۔

اسلام پسندوں کے لیے مقامِ فکر

جیلانی پشتون

نامعلوم فیس بک کے دعوتی و جہادی نوجوانوں کو ہے کہ 18 اپریل کو کابل میں جنوبی ایشیائی ممالک کے سیکولر نوجوانوں کا ساتواں اجلاس ہوا ہے، جس میں بنگال، ہندوستان، پاکستان، سری لنکا، افغانستان اور کئی دیگر ممالک کے سو سے زیادہ لڑکے لڑکیوں نے شرکت کی تھی۔ اجلاس کے آخر میں ان تمام ممالک کے سیکولر نوجوانوں نے مخلوط رقص کی محفل سجائی۔۔ اجلاس میں تمام ممالک اور اقوام کے سیکولرز نے بلا کسی سیاسی، وطنی، قومی اور نژادی تفریق کے صرف فکری وحدت کا اعتبار کرتے ہوئے باہم اتحاد واتفاق کا پر کاربند رہنے کا عزم کیا تھا۔ یہ اجلاس مخلوط رقص، شراب کے جام ٹکراتے ہوئے آنسوؤں کی برسات میں ایک دوسرے سے الگ جدا ہوئے۔ اجلاس کے حوالے سے بی بی سی کی 'آریا احمد زئی' نے ایک رپورٹ تیار کی، جس میں مختلف اقوام کے متحد الفکر نوجوانوں اور دوشیزاوں کے باہمی اتفاق واتحاد کا مظاہرہ پوری دنیا کو دکھایا گیا۔

سوشل میڈیا کے نوجوانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جنوبی ایشیا کے سیکولرز کے درمیان نہ توڈیورنڈ کا مسئلہ دوستی میں رکاوٹ بنا ہے اور نہ پاک افغان ثقافتی اختلاف راستے کا روڑہ ثابت ہوا ہے۔ یہاں ہندوستان اور پاکستان کی تاریخی دشمنی بھی ہندی و پاکستانی سیکولر کے درمیان جھگڑے کا باعث نہ بن سکی۔ نہ ہی بنگالی اور پاکستانی ایک دوسرے سے بے زار دکھائی دیے تھے۔ ان سب نے اپنی فکر اور عقیدے کے احترام میں سیاسی اور تاریخی اعتراضات ایک طرف رکھ دیے تھے۔ اس لیے وہ ہمیں اتحاد و یکجہتی کا ایک مثالی نمونہ دکھا گئے۔ پنجابی اور افغانی، ہندی اور پاکستانی سیکولرز اس وقت ایک دوسرے سے چمٹے، جب اس اجلاس سے دو ہفتے قبل پشاور اضاخیل میں خطے کی سطح پر 'اسلام پسندوں' کا تین ملین افراد کا اجتماع منعقد ہوا تھا، جس میں عالمی دنیا میں دین کے تمام معروف مراجع بیت اللہ سے لے کر دارالعلوم دیوبند تک علماء، صوفیاء، مبلغین، سلفیین، مذہبی، اخوانی اور دیگر شعبہ ہائے فکر کے افراد نے شرکت کی تھی۔ ہم بجائے یہ کے کہ اس اجتماع کو نیک فال اور حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتے، اس کے برخلاف سیکولر طبقے کے سامنے پورے اجتماع اور جمع ہونے والے تمام اسلام پسندوں کو بلا استثناء لعن طعن کا نشانہ بناتے رہے۔ حتیٰ کہ امام کعبہ کی موت کا فتوی بھی صادر ہوتا رہا ہے۔

مَیں یہ نہیں کہتا کہ اس اجتماع میں کچھ قابل اعتراض نہیں ہوگا۔ ممکنہ طور پر بہت سی چیزیں قابل تنقید ہوں گی، کیوں کہ اس امت میں صرف انبیاء علیہم السلام ہی کامل انسان ہیں۔ دوسرے ہر شخص سے گناہ اور انحراف کا احتمال ہے۔ البتہ اجتماع مجموعی طور پر دین کے نام پر منعقد کیا گیا تھا۔ اس کے شرکا سیکولر نہیں، بلکہ پگڑیوں اور مسواکوں والے تھے۔ تلاش کیے جائیں تو اجتماع میں تنقیدی کے ساتھ قابل تعریف پہلو بھی بہت سے مل جائیں گے۔ مَیں نہیں جانتا کہ دنیا کے مختلف جغرافیائی علاقوں کے اسلام پسند باہم محبت اور یکجہتی کا منظر دنیا کے سامنے کیوں نہیں پیش کر سکتے، جس طرح کابل میں پنجابی اور افغانی سیکولرز نے پیش کیا تھا؟ اگر پاکستانی سیکولر 'ملک امان اللہ کاسی' کا انتقال کابل میں ہوتا ہے تو افغان سیکولر 'غفور لیوال' اس کے جنازے کے ساتھ کوئٹہ تک جاتا ہے۔ پاکستانی کمیونسٹ صادق ژڑک افغان کمیونسٹ نور محمد ترہ کئی کی تحریریں چھاپتا ہے۔ بعدازاں اس کی رونمائی کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ دوسری طرف اگر افغانستان کا کوئی صوفی مزاج پاکستانی ضلع جھنگ کے پیر ذوالفقار صاحب سے 'اسم ذات' کا وظیفہ لیتا ہے تو اسے ہر طرف سے مارا جاتا ہے۔ افغان سیکولرز سے قبل 'فیس بک کے مجاہدین' اسے سنگسار کرنے کے فتوے جاری کر دیتے ہیں۔

دل لگتی کہوں تو کل تک میری بھی یہی رائے تھی، مگر جب آریا احمد زئی کی رپورٹ میں پنجاب، کابل، پشاور، کوئٹہ، دہلی، ڈھاکہ اور کولمبو کے بے دینوں کے مخلوط رقص اور دوستی کے مناظر دیکھے تو مجھے یہ فکر لگ گئی کہ معاصر اسلام پسند کب تک جغرافیے، مسلک اور فرقوں کے نام پر تقسیم رہیں گے؟ کب تک 'تبلیغی رنگروٹ' مجاہدین کو دہشت گرد اور مجاہد صاحب مدرس کو اور مدرس صوفی کو اپنی منفی سوچوں کے نیزوں سے زخمی کرتے رہیں گے؟ کیا ہمیں امت کے اجتماعی مفادات کا کچھ لحاظ ہے؟ ہمیں باہم اتحاد کے نکتے کو تلاش کر کے باہم متحد ہو جانا چاہیے۔ مسلمانوں کی موت کے بھوکے کافروں کے لیے کب تک تر نوالہ بنیں رہیں گے؟

سیکولرز کا باہم تعلق صرف 'سیکولرازم' کی بنیاد پر ہے۔ چاہے وہ 'چی گویرا' جیسا جنگجو ہو یا کارل مارکس طرح کا ملحد فلسفی۔ فیض احمد فیض کی طرح کا کمیونسٹ شاعر ہو یا مبارک علی جیسا مصنف۔ امان اللہ خان جیسا سیاست دان ہو یا اشرف غنی جیسا عیسائیت مائل شخص، یہ سب لوگ باہم ایک ہیں۔ وہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ وہ اپنی فکر و نظر کے احترام میں قوم، وطن، زبان اور رنگ و نسل تمام امتیازات بھول جاتے ہیں۔ ان کا یہ 'غیر سرحدی اتحاد' ان کی کامیابی کا راز ہے۔ اسلام پسندوں کو چاہیے کہ عالمی کے حالات دیکھیں۔ اگر ہمارا ہدف عالمی خلافت کا قیام ہے تو ہمیں بہت سے مقامات پر چشم پوشی (تسامح) کو اختیار کرنا ہوگا۔ اگر ہم چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے ساتھ اتحاد نہیں کر سکتے تو عالمی سطح کے اتحاد واتفاق کی خواہش میں کیسے کامیاب ہوں گے۔

ناقابل فتح جنگ

ابو عابد

امریکا ایک طرف اس غلط فہمی میں ہے کہ وہ مزید فوجی کمک کے ذریعے افغانستان پر قبضہ کرکے اسے اپنی 'نوآبادی' بنالے گا۔ اسی طرح دوسری طرف کچھ امریکی حلقے اس حقیقت سے خوف زدہ ہیں کہ افغانستان کی تاریخ اس بات کا پتا دیتی ہے کہ افغانستان کے پہاڑ و بیاباں ناقابل تسخیر ہیں۔ یہاں کے مجاہدین جذبۂ حمیت سے ایسے لیس ہیں کہ انہوں نے ہر سامراج کو ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ ان کے ٹینک، توپ اور طیارے بھی ہمت ہار بیٹھے ہیں۔ گزشتہ سولہ سال میں امریکی سربراہی میں نیٹو نے پوری طاقت لگا دی ہے، لیکن وہ پھر بھی کامیاب نہیں ہوسکے۔ اُن کا جانی و مالی بے تحاشا نقصان ہوا ہے۔ دنیا کے سامنے ان کا بھرم بھی ٹوٹ چکا ہے۔ پوری دنیا پر ان کی کمزوریاں کھل چکی ہیں۔ اس جنگی عرصے میں تین امریکی صدر تبدیل ہوئے ہیں۔ بہت سے جنرلز کے تبادلے ہوئے ہیں۔ ہزاروں فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ کامیابی پھر بھی مقدر نہ بن سکی۔ جب کہ کامیاب مستقبل کے لیے کوئی راہ بھی ہموار نہیں جاسکی۔ بالآخر امریکی جنرلز نے اپنی روایت کے برعکس اپنے ماہرین کی معیت میں وائٹ ہاؤس کو ایک سفارش بھیجی ہے کہ افغانستان کے حال کو افغانوں پر چھوڑ کر جلد از جلد یہاں سے اپنی فوجیں نکال لی جائیں۔ پاؤل آر پیلر اور امریکا کے بہی خواہ تھنک ٹینکس افغان جنگ کی جیت کے لیے پرامید نہیں ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق امریکا یہ جنگ کبھی نہیں جیت سکتا۔ وہ امریکا کو مشورہ دیتے ہیں کہ یہ جنگ کبھی نہیں جیتی جاسکتی۔ لہذا افغانستان میں مزید پریشان ہونے سے بچا جائے۔ امریکا کے 'نیشنل انٹرسٹ' نامی روزنامہ کے ایک کالم نگار پاؤل آر پیلر نے اپنے کالم میں روس کے عبرت ناک حشر کا تذکرہ کرتے ہوئے امریکا کو افغان جنگ سے نکلنے کا مشورہ دیا ہے۔

پاؤل آر پیلر کے مطابق بہت سے سینیٹرز مزید فوجی بھیجنے سے کے مخالف ہیں۔ یہ جنگ تو اوباما کے دور میں ایک لاکھ فوجیوں کی موجودگی میں بھی نہیں جیتی جاسکی۔ ان کا کہنا ہے کہ افغانوں نے ہمیشہ غاصب قوتوں کے خلاف مزاحمت کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کیا ہے۔ لہذا جب تک امریکا افغانستان میں موجود ہے، افغانی ہتھیار نہیں رکھیں گے۔ روس نے جلد ہی اس بات کا احساس کرلیا تھا کہ وہ کھا گیا ہے۔ امریکا سولہ سال بعد بھی ضد کیے ہوئے ہے کہ وہ جنگ جیت رہا ہے۔ افغانستان سامراج کے قبرستان کے طور پر جانا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ افغانستان کو امریکا کا قبرستان بنانے سے بچا جائے۔ افغانستان افغانوں کا ہے۔ اسے امریکی ریاست قرار دینا ناانصافی ہے۔ یہاں قیمتی مصارف اور فوج کی جانیں ضایع کرنے کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔ کئی طاقتیں افغانستان کو استعمار کا قبرستان قرار دیتی ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ افغانستان سے انخلا کرکے اپنے معاہدے کی لاج رکھی جائے۔

امارت اسلامیہ نے ایک اہم 'اسٹیک ہولڈر' کی حیثیت سے افغان عوام کے لیے بیش بہا قربانیاں دی ہیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان کی ملی وحدت و حریت کے لیے سربکف ہے۔ اُس نے بلند حوصلگی کے ساتھ اپنے لیے افغان عوام کے دلوں میں جگہ بنا رکھی ہے۔ غیرملکی غاصبین کے خلاف جہادی امور میں سرگرمی اور نفاذِ شریعت کی کاوشیں اُس کی زندگی کا حصہ ہیں۔ اب بھی امریکا کے پاس وقت ہے کہ وہ یہاں سے خود ہی نکل جائے، ورنہ اسے اپنے جنازے کے ساتھ چاروناچار نکلنا ہوگا۔

افغانستان فروری 2017 میں

احمد فارسی

نوٹ: یہ رپورٹ صرف ان واقعات و نقصانات پر مشتمل ہے، جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

رواں سال کا فروری اگرچہ سرد تھا، تاہم جہادی محاذ گرم تھا۔ جس سے دشمنوں پر ہلاکت خیز حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس ماہ میں دشمن کے تمام اندازوں کے برعکس مجاہدین نے اہم کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ سیگار کی رپورٹ کے مطابق یکم جنوری سے 24 فروری کے درمیان 708 اہل کار ہلاک ہوئے۔ ان کارروائیوں کے بارے میں مصدقہ معلومات ذیل میں پڑھیں:

غیر ملکیوں کا جانی نقصان:

مجاہدین نے یکم فروری کو صوبہ ننگرہار کے ایئرپورٹ کے گیٹ پر حملہ کر کے 2 غیر ملکیوں کو ہلاک اور 3 کو زخمی کر دیا۔ اگلے روز قندھار کے ضلع ڈنڈ میں امریکی ٹینک پر حملے کے نتیجے میں ٹینک مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ اس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہو گئے۔ علاوہ ازیں فروری میں کئی بار غیر ملکی حملہ آوروں کے خفیہ اور محفوظ ٹھکانوں پر مزائل حملے کیے گئے، جن کے نتیجے میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ تاہم دشمن نے حسب سابق اور جھوٹ پر مبنی پالیسی کے تحت فروری میں اپنے کسی فوجی کی ہلاکت کا اعتراف نہیں کیا۔

دشمن کا مالی نقصان:

مجاہدین نے 23 فروری کو صوبہ تخار کے ضلع درقد میں وزارت دفاع کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ علاوہ ازیں مجاہدین نے دشمن کی سیکڑوں گاڑیاں، فوجی ساز و سامان اور بھاری مقدار میں ہتھیار مال غنیمت کے طور پر حاصل کیے ہیں۔

کٹھ پتلیوں کا جانی نقصان:

سیگار کے ڈائریکٹر نے یکم فروری کو صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 2016 کے دوران افغان فوجیوں کی ہلاکتوں کی تعداد میں گزشتہ سالوں کی نسبت 35 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جنوری 2016 سے نومبر کے آخر تک کم از کم 6 ہزار 7 سو افغان فوجی ہلاک اور 11 ہزار 7 سو ستتر فوجی زخمی ہوئے تھے۔ اسی سلسلے میں 2 فروری کو صوبہ زابل کے ضلع سیوری کے پولیس چیف ہلاک کیا گیا۔ اگلے روز صوبہ فاریاب کے ضلع المار میں بھی ایک کمانڈر کو 8 پولیس اہل کاروں سمیت ہلاک کیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ تمام اہل کار ایک خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ میڈیا نے افغان صوبے کے شہر کراچی میں کٹھ پتلی حکومت کے ایک سفارت کار کی ہلاکت کی خبر شائع کی، جو مبینہ طور پر اپنے محافظ کی طرف سے ہلاک کیا گیا تھا۔ ایک روز بعد صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید کے ضلعی گورنر کو مجاہدین نے ہلاک کر دیا۔ 9 فروری کو صوبہ بغلان کی صوبائی کونسل کے رکن کو نامعلوم افراد نے قتل کر دیا۔ اسی روز صوبہ پکتیا کے صوبائی پولیس سربراہ بریگیڈیئر جنرل قادر گل زدران بھی دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

8 فروری کو صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی کے ڈسٹرک پولیس سربراہ کو ان کے محافظوں نے فائرنگ کر کے اس وجہ سے قتل کر دیا کہ انہوں نے اپنے گروپ کے ایک اہل کار کی بیوی کی عصمت دری کی تھی۔ 12 فروری کو صوبہ خوست کے نائب پولیس سربراہ کو مجاہدین نے ایک حملے میں نشانہ بنایا۔ 13 فروری کو صوبہ اروزگان کی صوبائی کونسل کے رکن کو قندھار کے ضلع سپن بولدک میں فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ جب کہ 24 فروری کو کٹھ پتلی فوج کے کمانڈر اپنے 37 اہل کاروں سمیت صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں مجاہدین کے ایک خطرناک حملے میں مارے گئے۔ 28 فروری کو ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ میں ایک اہل کار نے 11 فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔

مجاہدین کے ساتھ ملنے والے اہل کار:

حقائق کو سمجھنے والے مختلف اداروں کے سیکڑوں افراد نے دشمن کی صف سے نکل کر امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ اس سلسلے میں مکمل اور درست معلومات کے لیے امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں دعوت و ارشاد کمیشن کی رپورٹ ملاحظہ کیجیے۔ یہاں چند مثالوں کی طرف اشارہ کیا جائے گا:

یکم فروری کو صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں دو اہل کاروں نے اپنے تمام ہتھیار امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے سامنے ڈال دیے۔ 4 فروری کو صوبہ اروزگان کے دارالحکومت میں 3 فوجی ہتھیار پھینک کر مجاہدین کی صف میں شامل ہوگئے۔ 6 فروری کو صوبہ سرپل کے ضلع صیاد میں 15 پولیس اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ 8 فروری کو کٹھ پتلی انتظامیہ کے 50 فوجیوں نے قندوز کے ضلع خان آباد میں مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ دو دن بعد صوبہ سرپل کے ضلع سید آباد میں مقامی کمانڈر نے اپنے چار ساتھیوں سمیت مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال کر حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ 20 فروری کو کٹھ پتلی فوج اور پولیس کے 56 اہل کار صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے مختلف حصوں میں سرنڈر ہوئے۔ اسی طرح 28 فروری کو صوبہ فاریاب کے جمعہ بازار میں 37 پولیس اہل کار مجاہدین کی صف میں شامل ہوگئے۔

عمری آپریشن:

اسی مہینے افغانستان کے مختلف حصوں میں دشمن کے خلاف مجاہدین کی کارروائیاں جاری تھیں۔ دشمن کے فوجی اڈوں اور محفوظ پناہ گاہوں کو نشانہ بنایا گیا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

3 فروری کو فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں مجاہدین نے شدید لڑائی کے بعد 4 چوکیاں فتح کر کے عوام کو حکومتی اہل کاروں کے مظالم سے نجات دلائی۔ 4 فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں مجاہدین کے ساتھ شدید جھڑپوں کے بعد فوجیوں کی 22 لاشیں میدان جنگ میں رہ گئیں، جب کہ باقی بچ جانے والے فوجی فرار ہوگئے۔ 11 فروری کو کابل میں وزارت دفاع کے داخلی دروازے کے قریب دھماکہ ہوا، جس میں متعدد فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔ اسی روز مجاہدین نے ہلمند کے مرکز لشکر گاہ پر شدید حملے کیے، جس میں درجنوں اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔ 21 فروری کو شدید لڑائی کے بعد قندھار کے ضلع شوراب پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا۔ دشمن نے فرار ہونے سے پہلے اسی ضلع کی موجود تمام سرکاری عمارتوں کو جلا دیا تھا۔ 24 فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں ایک کمانڈر اپنے گروپ کے 37 ساتھیوں سمیت شدید جنگ کے دوران ہلاک ہوگیا۔ 25 فروری کو شمالی صوبہ جوزجان اور فراہ میں کئی چیک پوسٹوں پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ 28 فروری کو مجاہدین نے صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں کئی چیک پوسٹوں اور فاریاب کا علاقہ چھل گزی دشمن سے بازیاب کرا لیا، کارروائی میں فورسز کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا۔

دشمن کا عوام پر تشدد:

25 فروری کو اقوام متحدہ کی شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق 2016 میں غیر ملکی حملہ آوروں کے فضائی حملوں کے نتیجے میں شہری ہلاکتوں میں 99 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ امریکی محکمہ دفاع نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ افغانستان میں گزشتہ سال 40 فیصد زیادہ حملے ڈرون طیاروں کے ذریعے کیے گئے تھے۔ ماہ فروری بھی گزشتہ 16 سالوں کی طرح شہری ہلاکتوں کے الم ناک واقعات رونما ہوئے۔ جب ٹرمپ امریکی صدر منتخب ہوئے تو پہلا قتلِ عام 10 فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں ہوا، جس میں امریکی طیاروں نے مقامی آبادی پر وحشیانہ بمباری کر کے 31 عام شہری شہید کر دیے۔ کٹھ پتلی انتظامیہ نے ابتداءً اپنے نئے آقا کے نفرت انگیز اقدام کو تسلیم نہیں کیا، لیکن کچھ این جی اوز اور میڈیا نے یہ جرم ثابت کیا۔ جس پر وہ بھی اعتراف پر مجبور ہوگئی۔ یکم فروری کو صوبہ خوست کے ضلع صبری میں فوجی اڈے کے اہل کاروں نے اسکول جاتے ہوئے 14 سالہ معصوم طالب علم کو شہید کر دیا۔ اس واقعے کے چند دن بعد 12 فروری کو قابض افواج نے ایک بار پھر ضلع سنگین میں سویلین آبادی پر وحشیانہ فضائی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت درجنوں شہری شہید ہوئے۔ 13 فروری کو صوبہ بلخ کے گورنر کے محافظین نے ایک ڈرائیور کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ 16 فروری کو غیر ملکی حملہ آوروں نے صوبہ اروزگان کے ضلع روزگان میں سویلین آبادی پر بمباری کر کے متعدد افراد شہید اور زخمی کر دیے۔ 17 فروری کو 'فراہ-ہلمند مرکزی شاہراہ' پر تعینات سیکورٹی فورسز نے 20 روپے ادا نہ کرنے پر ایک ڈرائیور کو شہید کر دیا۔ ڈرائیوروں کا کہنا تھا کہ اس شاہراہ پر انہیں ہمیشہ پولیس کی جانب سے ایسے سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معمولی رقم نہ دینے پر بھی بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ 20 فروری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں غیر ملکی حملہ آوروں نے ایک خاتون کو

شہید اور تین افراد کو حراست میں لے لیا۔ 19 فروری کو کٹھ پتلی فوج نے صوبہ لوگر میں ایک شخص کو اس لیے شہید کر دیا کہ اس نے انہیں کھانا دینے سے انکار کر دیا تھا۔ 6 دن بعد صوبہ لغمان میں مارٹر گولے لگنے سے اسکول کے دو طالب علم شہید اور 8 زخمی ہو گئے۔

امارت کے سماجی کارنامے:

اگرچہ کٹھ پتلی انتظامیہ اور غیر ملکی حملہ آور مجاہدین اور عام شہریوں کے ساتھ نامناسب، غیر انسانی اور غیر قانونی رویہ اختیار کرتے ہیں، تاہم مجاہدین نے کبھی بھی دشمن کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا، جس سے اسلامی تعلیمات پامال ہوں۔ اس سلسلے میں یکم فروری کو مجاہدین نے ہلمند کے ضلع سنگین میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے 8 زخمی فوجیوں کو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر علاج کے لیے ریڈ کراس کے حوالے کر دیا۔

قابض افواج کے حالات:

غیر ملکی حملہ آوروں نے ماضی میں کئی بار اپنی شکست کا اعتراف کیا ہے۔ جب کہ 10 فروری کو بھی افغانستان میں امریکی افواج کے اعلی کمانڈر جنرل جان نکلسن نے امریکی سینیٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 'امریکی فوج افغانستان میں اس طرح پھنس چکی ہے کہ اب پیش رفت کا امکان ہے اور نہ ہی واپسی کا راستہ ہے۔ انہوں نے امریکی سینیٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ افغانستان میں مزید امریکی فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ افغان کٹھ پتلی حکام نے بھی ان کے اس مطالبے کا خیر مقدم کیا ہے۔ امریکی جنرل نے واضح طور پر کہا کہ افغانستان کی صورت حال بدتر اور باعث تشویش ہے۔ ایک اور شرم ناک اعتراف یوں سامنے آیا کہ کٹھ پتلی حکومت کی جانب سے روس میں متعین سفیر نے 28 فروری کو صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'میری بھرپور کوششوں کے باوجود روس اب بھی کابل انتظامیہ کو کٹھ پتلی ادارہ سمجھتا ہے۔'

امریکی غلامی میں روس سے آزادی کا جشن:

13 فروری کو کٹھ پتلی ادارے نے 50 قابض ممالک کی جارحیت تلے افغانستان سے سوویت یونین کی واپسی کا جشن منایا گیا۔ اس موقع پر امارت اسلامیہ نے بھی اپنے اعلامیے میں واضح کیا ہے کہ امریکا کا انجام سوویت یونین جیسا ہو گا۔

باہمی جنگ:

اشرف غنی نے 19 فروری کو میونخ بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کے دوران اس بات کو مسترد کر دیا کہ 'افغانستان میں جاری جنگ باہمی لڑائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ نہ صرف اپنی آزادی کے لیے بلکہ پوری دنیا کی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔' کچھ بین الاقوامی انٹیلی جنس ادارے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ افغان عوام کا مقدس جہاد باہمی لڑائی کا نتیجہ قرار دے کر یہ ثابت کیا جائے کہ مبینہ طور پر باہمی لڑائی میں شامل فریقین افغانی ہیں، اس لیے اس جنگ کا خاتمہ ضروری ہے۔

نامور رہنما کی شہادت:

26 فروری کو جہادی قافلے کے ساتھی اور امارت اسلامیہ کی جانب سے صوبہ قندوز کے گورنر ملا عبدالسلام فاتح غیر ملکی حملہ آوروں کے ڈرون حملے میں شہید ہو گئے۔ اس واقعہ نے ایک بار پھر دشمنوں پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ امارت اسلامیہ کے قائدین پرسکون اور عالی شان عمارتوں میں آرام دہ زندگی بسر کرنے کے بجائے جہاد کے گرم محاذوں میں پُرخطر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ امارت اسلامیہ کی قیادت میں اسلام دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں۔

امارت اسلامیہ کی جانب سے تعمیر نو کی کوششیں:

امارت اسلامیہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ افغانستان ایک آزاد اور ترقی یافتہ خطے کے طور پر سامنے آئے۔ اس حوالے سے ہمیشہ مختلف شعبوں میں ترقیاتی کام جاری رہتا ہے۔ جب ترقی اور تعمیر نو شریعت اور مقدس جہاد کے مفادات سے متصادم ہو تو شریعت اور جہادی سرگرمیوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ امیر المؤمنین شیخ ملا ہبۃ اللہ اخوندزادہ نے تعمیر نو کے سلسلے میں 26 فروری کو موسم بہار کی آمد پر افغانستان بھر کے عوام سے کہا ہے کہ وہ شجر کاری مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ افغانستان بھر کے عوام نے ان کے اس حکم نامے کا وسیع پیمانے پر خیر مقدم کرتے ہوئے عمل درآمد کیا ہے، جس میں لاکھوں کی تعداد میں درخت لگائے گئے ہیں۔

جنگی جرائم (فروری)

سید سعید

یکم فروری 2017 کو صوبہ خوست کے ضلع صبریو کے بازار میں افغان اہلکاروں نے ایک دکانمیں دو چچازاد بھائیوں میں ایک کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

2 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع سرخرود کے علاقہ چمتلی میں قابض افواج کے اہلکاروں اور افغان فورسز نے ملکر گھر گھر تلاشی کے دوران لوگوں کو مارا پیٹااور سات افراد کو گرفتار کیا گیا۔

2 فروری کو شمشاد ٹی وی نے رپورٹ نشر کی کہ صوبہ پکتیکا ضلع برمل کے علاقہ ٹنڈی مرغی میں پولیس نے ایک 16 سالہ لڑکا شہید کر دیا۔

5 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار کے علاقہ دولت زئی میں قابض افواج کے طیاروں نے بمباری کر کے ایک شہری کو شہید کر دیا۔

6 فروری کو صوبہ لغمان ضلع الینگار کے علاقہ میدانی میں کٹھ پتلی فورسز کے مارٹر حملے میں تین شہری شہید اور چار زخمی ہوگئے۔

9 فروری کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے بازار کے قریب شہری آبادی پر قابض افواج نے شدید بمباری کی جس کے نتیجے میں 26 شہری شہید ہوئے جن میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی تھی جبکہ 13 عام شہری زخمی ہوئے، اس کے علاوہ اس بمباری میں ایک مسجد اور دو مکانات بھی تباہ ہو گئے، کٹھ پتلی حکومت اور غیر ملکی قوتوں نے پہلے اس حملے میں عام شہریوں کی ہلاکت کی تردید کی تھی لیکن بعد میں شہری ہلاکتوں کا اعتراف کیا۔

11 فروری کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے کلی حاجی امین پر غیر ملکی حملہ آوروں کی بمباری میں ایک ہی خاندان کے پانچ افراد شہید اور 8 زخمی ہوئے۔

12 فروری کو صوبہ ارزگان کے ضلع خاص روزگان کے علاقے شالی ناوہ میں قابض افواج کے فضائی حملے میں پانچ شہری زخمی ہوگئے۔

16 فروری کو صوبہ فریاب ضلع شیرین تگاب کے علاقے گوردزاد میں سرکاری فورسز کی فائرنگ سے 75 سالہ بزرگ شہری شہید اور ایک شخص زخمی ہوا۔

19 فروری کو مشرقی صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقہ ہاشم خیل میں غیر ملکی حملہ آوروں اور ان کے کارندوں نے ملکر چھاپہ مارا، گھروں کے دروازوں کو توڑ دیا، شہریوں کو مارا پیٹا، سید عارف نامی ایک شخص کو شہید اور مسجد میں موجود تبلیغی جماعت کے 6 ساتھیوں اور چار مقامی افراد کو حراست میں لیا گیا۔

20 فروری کو صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقہ قلعہ نیکنام میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک معصوم بچی شہید اور چار بچے زخمی ہوگئے۔

21 فروری کو صوبہ سرپل میں پولیس نے ایک شخص شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

22 فروری کو قندوز کے ضلع دشت ارچی میں سیکورٹی فورسز کے راکٹ حملے میں دس شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

22 فروری کو صوبہ زابل ضلع نوبہار کے علاقے بٹخیل میں غیر ملکی حملہ آوروں نے چھاپے کے دوران چار افراد کو حراست میں لیا۔

22 فروری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے مضافات میں جارحیت پسندوں نے افغان فورسز کے ساتھ ملکر چھاپہ مارا اس دوران دو افراد کو زخمی اور تین افراد کو گرفتار کیا۔

22 فروری کو صوبہ کاپیسا ضلع الہ سای کے علاقے حسین خیل گاؤں پر حکومتی فورسز نے مارٹر گولہ داغا جو ایک مکان پر جا گرا جس میں ایک دلہن سمیت تین خواتین جاں بحق اور ایک شخص زخمی ہو گیا۔

23 فروری کو صوبہ فراہ ضلع فراہ رود کے بازار میں افغان فورسز نے چھ دکانوں اور دو باغوں کو تباہ کیا۔

24 فروری کو صوبہ غزنی ضلع آب بند کے گاؤں خدو خیل میں مقامی فورسز نے ایک شخص (فیض اللہ ولد محمد سرور) کو شہید کر دیا۔

24 فروری کو قندوز کے صوبائی دارالحکومت کے نواح لوئی کنم میں قابض افواج نے افغان اہلکاروں کے ساتھ ملکر چھاپہ مارا اس دوران انہوں نے اندھا دھند فائرنگ کی جس کے نتیجے میں چار خواتین زخمی ہو گئیں۔

25 فروری کو قندوز کے صوبائی دارالحکومت کے مضافات چبرمہ اور امین آباد میں قابض افواج کے اہلکاروں اور افغان فورسز نے مشترکہ چھاپے کے دوران گھروں کے دروازوں کو بموں سے اڑایا، مقامی لوگوں پر تشدد کیا گیا اور انہیں دھمکیاں دیں اور دو افراد کو حراست میں لیا۔

25 فروری کو صوبہ لغمان کے صوبائی دارالحکومت مہترلام کے نواح بسرام کے علاقے میں مولوی حبیب الرحمن کے مدرسہ پر فورسز نے مارٹر گولے داغے جس کے نتیجے میں دو طالب علم شہید اور ایک استاد سمیت سات طلبہ زخمی ہو گئے، شہریوں نے اس واقعہ کی شدید مذمت کی اور بطور احتجاج شہداء کی لاشوں کو گورنر ہاوس کے سامنے رکھ کر واقعہ میں ملوث اہلکاروں کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

25 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع سرخ رود کے علاقہ کنکرک میں قابض افواج کے اہلکاروں اور افغان فورسز نے ملکر چھاپہ مارا، شہریوں کی ایک بڑی تعداد کو مارا پیٹا کیا گیا اور دو افراد کو حراست میں لیا۔

26 فروری کو صوبہ زابل ضلع خاک افغان کے بازار کے قریب پچک گاؤں میں افغان فورسز کے فضائی حملے میں دو شہری شہید ہو گئے۔

26 فروری کو صوبہ قندوز کے صوبائی دارالحکومت نواح بز قندھاری کے علاقے پر قابض افواج کے اہلکاروں نے اپنے کٹھ پتلی کارندوں کے ساتھ مل کر چھاپہ مارا، اس دوران ایک پیش امام کو شہید اور متعدد افراد کو حراست میں لیا گیا۔

ذرائع: "بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لر اوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور بینوا ویب سائٹس"

ربیع الثانی ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	39				54	36	17	1	6	
2-	ہلمند	63				127	82	22	2	3	
3-	غزنی	23				49	17	8	1		
4-	خوست	10				38	26	7	4	6	
5-	نورستان	29				70	38	7	5	10	
6-	میدان وردگ										
7-	کونڑ	10				25	27	10	0	2	
8-	پکتیکا	23				78	50	33	5	8	
9-	زابل	16				15	2	2	0		
10-	لوگر	23				19	27	3	2	3	
11-	کاپیسا	38				30	31	3	0		
12-	روزگان	49				80	73	16	2		
13-	پکتیا	15		1		9	17	2	0		
14-	فراہ	1				0	3				
15-	کابل	7	1			27	45	1	2		1
16-	ننگرہار	19				13	9	8	0		
17-	لغمان	28				43	55	4	1	6	
18-	ہرات	16				12	11	3	0		
19-	نیمروز	18				36	15	7	1	3	
20-	بادغیس	23				53	34	5	3	2	
21-	قندوز	2									
22-	بغلان	8				15	8	1	0		
23-	فاریاب	17				27	35	8	0	3	
24-	غور	10				14	8	1	0		
25-	پروان	4				6	4	0	0	1	
26-	تخار	1				5	0	1	0		
27-	سمنگان	2				5	8	1	0		
28-	بدخشان	6				28	35	20	0		
29-	بامیان	0									
30-	بلخ	6				9	6	2	0		
31-	جوزجان	4				6	7	1	0		
32-	دائی کنڈی	3				4	3	0	0		
33-	سرپل	5				5	5	2	0		
34-	پنج شیر	0									
	مجموعہ	518	1	1		902	717	195	29	53	1

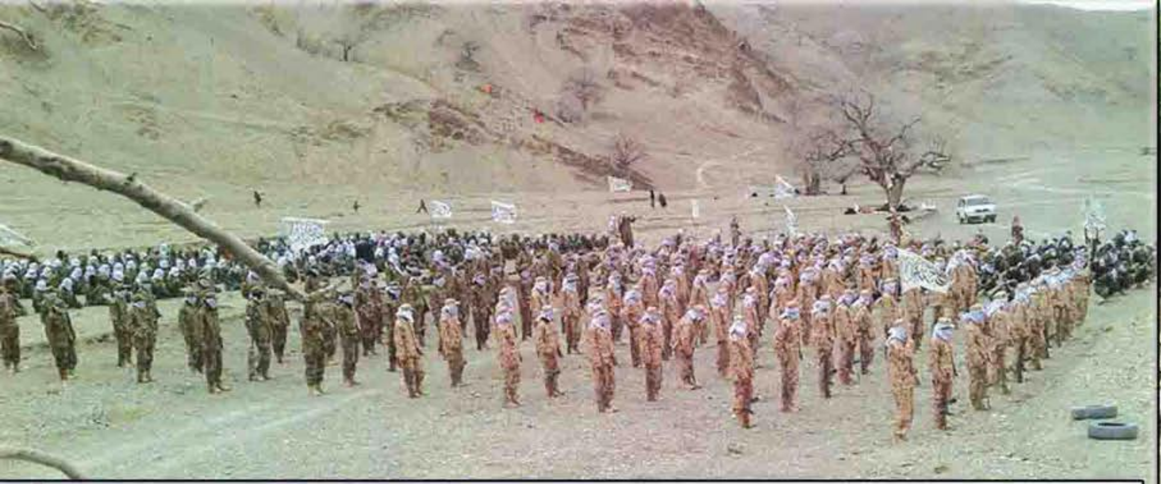

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year April 2017

مورخ لکھے گا دشمن کے لیے یہ بہار آفریں وطن ہمیشہ جہنم زار بنا رہا۔